بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ

انوار مدینہ

شمارہ : ۱۰	ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ / اکتوبر ۲۰۱۴ء	جلد : ۲۲

سیّد محمود میاں	**سیّد مسعود میاں**
مُدیر اعلیٰ	نائب مُدیر

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ 25 روپے......سالانہ 300 روپے
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ 50 ریال
بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ 13 امریکی ڈالر
برطانیہ، اَفریقہ .... سالانہ 13 ڈالر
اَمریکہ .... سالانہ 16 ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ اور اِی میل ایڈریس
www.jamiamadniajadeed.org
E-mail: jmj786_56@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور
اَکاؤنٹ نمبر اَنوارِ مدینہ 2-7914-100-020-0954
مسلم کمرشل بنک کریم پارک برانچ راوی روڈ لاہور (آن لائن)
رابطہ نمبر: 042-37726702,03334249302
جامعہ مدنیہ جدید (فیکس) : 35330311 - 042
خانقاہِ حامدیہ : 35330310 - 042
فون/فیکس : 37703662 - 042
موبائل : 4249301 - 0333

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع وناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''اَنوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۴
درسِ حدیث	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۱۶
اِسلام کیا ہے ؟	حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ	۲۵
پیارے بچوں کے لیے قرآن کے پیارے قصے	حضرت مولانا شیخ مصطفٰی صاحب وہبہ	۲۸
سیرت خلفائے راشدینؓ	حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنویؒ	۳۱
قربانی کے مسائل	حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب	۳۳
فرقہ واریت کیا ہے، کیوں ہے اور سدِّ باب کیا ہے	حضرت مولانا منیر اَحمد صاحب	۴۰
اِسلامی معاشرت	حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری	۴۶
فضائلِ سورۂ اِخلاص	الشیخ محمد یوسف بن عبداللہ الارمیونیؒ	۴۸
ڈیجیٹل تصویر: دارُالعلوم دیوبند کا مؤقف اور ...	حضرت مولانا مفتی زین الاسلام صاحب قاسمی	۵۱
حضرت مولانا سیّد حسین اَحمد مدنیؒ کے متوسلین کے لیے ایک ضروری بات	جناب حافظ تنویر اَحمد صاحب شریفی	۵۹

جامعہ مدنیہ جدید کے اُستاذ الحدیث حضرت مولانا محمد حسن صاحب دامت برکاتہم، ناظم کتب خانہ مولانا اِنعام اللہ صاحب اور مدرس مولانا اِسماعیل صاحب اِس سال حج کی سعادت حاصل کرنے کے لیے سعودی عرب کے سفر پر ہیں، اللہ تعالیٰ آسان اور قبول فرمائے، آمین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّابَعْدُ !

ڈاکٹر طاہر القادری نامی شخص پاکستان میں بہت عرصہ سے عملی تضادات کا مظاہرہ کر کے اپنے ماننے والے چند بے وقوفوں سے قائدِ انقلاب کے نعرے لگوا کر خوش ہو رہا ہے اور ہر نعرے کے جواب میں اُس کی طرف سے پھینکی جانے والی دال بھری روٹی اُچکنے کے لیے ملنگ گتھم گتھا ہو جاتے ہیں اِس طرح دونوں کے من پسند کھیل کا ایک چلّہ پورا ہو چکا ہے۔

پاکستانیوں کی بڑی تعداد اِس غیر سنجیدہ شخص کی بے ترتیب حرکات دیکھ کر دُور ہی سے بیزاری کا اِظہار کر رہی ہے لیکن اُن کے دائیں بائیں منڈلانے والوں میں تھوڑے بہت ایسے لوگ بھی ہوں گے جو اُن کے بارے میں اپنی سادگی اور لاعلمی کی وجہ سے خوش فہمی کا شکار ہوئے ہوں گے، اگر اُن کے علم میں اِن صاحب کی حدودِ اَربعہ آجائیں تو بہت ممکن ہے کہ وہ بھی اِن کی شعبدہ بازی سے بیزاری کا اِعلان کر دیں۔

اپنی طرف سے کچھ لکھنے کے بجائے ہم چاہیں گے کہ ایسے حضرات کی آراء اور مشاہدات نقل کر دیے جائیں جو اِن ڈاکٹر صاحب کے بہت قریب رہ چکے ہوں۔

محمد نواز صاحب کھرل کی چار سو اُنتالیس صفحات پر مشتمل کتاب ''متازعہ ترین شخصیت'' جس کو فاتح پبلشر لاہور نے شائع کیا ہے، ڈاکٹر صاحب کی تاریک شخصیت پر معلوماتی ذخیرہ اور تبصروں پر مشتمل ہے اِس سے چند اِقتباسات نہایت اِختصار کے ساتھ اپنے اِداریہ میں پیش کر رہے ہیں۔

اُس میں ایک جگہ تحریر ہے :

''.........لیکن اِنسانوں کا تجسس دروازے کھولتا ہے اور حقائق منکشف ہوتے ہیں، لہٰذا آہستہ آہستہ بتدریج، رفتہ رفتہ اَخبار نویسوں، سیاسی کارکنوں اور مذہبی پارٹیوں کے حامیوں کا تجسس بروئے کار آنے لگا......وہ یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ یہ آدمی دَرحقیقت کیا ہے اور کہاں سے آیا ہے اِس کا بچپن کہاں گزرا ہے ؟ اُس نے کب اور کہاں خواب دیکھنا سیکھے، دین سے اُس کے بلند بانگ شغف کی حقیقت کیا ہے ؟ شریف خاندان سے اُس کے تعلق کی نوعیت کیا رہی ہے، اُس نے اَب تک زندگی کیسے گزاری ہے، اُس کی عادات و مشاغل کیا ہیں ؟ وہ کس طرح کے شب و روز بسر کرتا ہے، ہزاروں لوگ اُس پر فدا کیوں ہیں ؟ اُس پر وسائل کی بارش کہاں سے ہورہی ہے اور وہ کس دِن کا سپنا دیکھ رہا ہے ؟

محمد طاہر کا تعلق جو اَب خود کو قائدِ اِنقلاب پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کہلوانا پسند کرتا ہے، جھنگ کے ایک غریب خاندان سے ہے، اُس کے والد فرید الدین گڑھ مہاراجہ میں ضلع کونسل کے مختصر سے شفاخانہ میں ڈسپنسر کے طور پر کام کرتے تھے اُنہوں نے طب کی کچھ باقاعدہ اور کچھ بے قاعدہ تعلیم حاصل کی تھی۔ وہ ایک مذہبی آدمی تھے بریلوی مکتب کے ایک راس العقیدہ مسلمان ....وہ قوالیاں سنتے، مزاروں پر جاتے اور اپنی بچت زیارتوں کے لیے بچا کر رکھتے تھے ....وہ حج کے علاوہ ایک سے زیادہ بار عہدِ اَوّل کے جلیل القدر مسلمانوں کے مزاروں پر فاتحہ پڑھنے اور برکت حاصل کرنے کے لیے اِیران اور عراق گئے ....مولانا رُوم کے مزار پر حاضری دینے کے لیے اُنہوں نے ایک بار خاص طور پر ترکی کا سفر طے کیا.........اُن کے پاس اِتنے وسائل کہاں سے آتے تھے ؟ فرید الدین قادری کو قریب سے جاننے والوں کا کہنا ہے کہ بھلا مانس آدمی کفایت شعار واقع ہوا تھا اور گردو پیش کے زمینداروں کے لیے قوت بخش داوئیں تیار کرتا تھا اور وہ اِس کے ساتھ مہربانی سے پیش آتے تھے۔

فریدالدین قادری کے ہاں دو بیٹیوں کے بعد ایک بیٹے نے جنم لیا تو یہ اُس کے لیے روزِ مسرت تھا، اگرچہ اُس کے وسائل زیادہ نہ تھے لیکن اُس نے اپنے بچے کو لاڈ پیار سے پالا۔ اُس کی تعلیم کا آغاز گوجرہ روڈ جھنگ پر اِٹلی کے عیسائیوں کے مشنری سکول سے ہوا، وعظ کی مجالس، قوالیوں اور مزاروں پر وہ اِسے اپنے ساتھ لیے پھرتے، جہاں لوگ بزرگوں، صوفیوں اور درویشوں کے بارے میں طرح طرح کے حیرت اَنگیز قصے بیان کرتے تھے، غالبًا اُن ہی مجالس میں طاہر کے دِل میں اِس خواب نے جنم لیا کہ وہ اِن لوگوں کی طرح کرامات دِکھانے اور دُوسروں کو حیران کردینے والا شخص بن جائے............ جہاں تک اِس کے والد کا تعلق تھا، اپنی معمولی تعلیم اور شدید مذہبی اِحساس کے ساتھ وہ اِسے ایک شریف آدمی بنانا چاہتے تھے .... ڈسپنسر کی آرزو تھی کہ اُس کا بیٹا ڈاکٹر بنے اور نوکری کی بجائے ایک آزاد آدمی کی آسودہ زندگی گزارے۔ اگر محمد طاہر ڈاکٹر نہ بن سکا تو اِس کی وجہ یہ تھی کہ ایم بی بی ایس میں داخلہ کے لیے ایف ایس سی کے اِمتحان میں وہ مطلوبہ نمبر حاصل نہ کرسکا۔ والد کی خواہش پر اُس نے دُوسری بار بھی اِمتحان دیا اور اَب کی بار اُس کے نمبر پہلے سے بہتر تھے لیکن پھر بھی وہ میرٹ تک نہ پہنچ پایا، وہ محنتی اور ذہین تھا لیکن اُسے سائنس خاص طور پر میڈیکل سائنس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی وہ تو فنون اور خیالات کی دُنیا کا آدمی تھا۔

جب اُس نے پنجاب یونیورسٹی میں ایم اے اِسلامیات کے لیے داخلہ لیا تو یہ بھٹو کا عہدِ اِقتدار تھا، ملتان کا جاوید ہاشمی حکومت دُشمن طلبہ سیاست پر چھایا ہوا تھا اور پنجاب یونیورسٹی میں اِسلامی جمعیت کا طوطی بولتا تھا۔ محمد طاہر نے جاوید ہاشمی کی اِنتخابی مہم میں خاصی سرگرمی سے حصہ لیا، وہ اِسلامی جمعیت طلبہ کے جوش وخروش سے لبریز جلوسوں کو مبہوت ہو کر دیکھتا رہا جن میں ''سیّدی مرشدی مودودی''

کے فلک شگاف نعرے گونجتے تھے۔ وہ ایک کارکن کی بجائے ایک لیڈر کا کردار اَدا کرنا چاہتا تھا لیکن مواقع موجود نہ تھے، تاہم اُس کے اَندر کچھ کر دِکھانے کی آرزو شدید تر ہوتی جارہی تھی، اُن ہی دِنوں اپنی ایک ہم جماعت خاتون کے نام ایک محبت نامے میں اُس نے لکھا کہ وہ اُس سے شادی کرنا چاہتا ہے اور یہ کہ ایک دِن وہ مولانا مودودی سے بڑا لیڈر بنے گا، یہ خط آج بھی اُس خاتون کے پاس موجود ہے لیکن وہ اِس کی اِشاعت پر آمادہ نہیں۔

ایم اے اِسلامیات کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد محمد طاہر واپس جھنگ چلا گیا جہاں وہ گورنمنٹ کالج عیسیٰ خیل سے وابستہ ہو گیا لیکن یہاں اُس کا جی نہ لگا، اُس نے نوکری سے اِستعفیٰ دے دیا اور جھنگ شہر میں وکالت شروع کردی، دوسال اِس محاذ پر ڈَٹا رہا لیکن وہ ایک ناکام وکیل تھا، وہ قانون کی کتابوں میں جی نہیں لگا سکتا تھا اور عدالت کے کٹہرے میں محض خطابت کا جادُو جگانے کی کوشش کرتا تھا۔

۱۹۷۷ء کی تحریک نظامِ مصطفیٰ ﷺ نے اِسے لیڈری کرنے کا ایک موقع فراہم کیا، اُس نے کسی سیاسی جماعت سے وابستہ ہونے کے بجائے ایک علیحدہ تنظیم بنائی اور نوجوانوں کو بھٹو کے خلاف متحرک کرنے کی کوشش کی.........................

۵ر جولائی ۱۹۷۷ء کی فوجی کارروائی نے اِس نوجوان کے لیے سیاسی مواقع کی بساط لپیٹ دی۔ ۱۹۷۸ء میں لاہور چلا آیا اور یونیورسٹی لاء کالج میں پڑھانے لگا، اُس نے ۱۹۷۹ء یا غالبًا ۱۹۸۰ء میں پنجاب یونیورسٹی کے اَساتذہ کی اَنجمن میں صدارت کے عہدے کا اِنتخاب لڑا، حیرت اَنگیز بات یہ تھی کہ وہ بائیں بازو کے اَساتذہ کے پینل کی طرف سے میدان میں تھا، لیڈری اور شہرت حاصل کرنے کی مجنونانہ خواہش نے اُس پر غلبہ پالیا تھا وہ بری طرح ناکام رہا اور ہمیشہ کے لیے جماعت اِسلامی کا دُشمن ہو گیا جس کے حامیوں نے اِسے شکست سے دوچار کیا تھا

اَب وہ ایک ہوسٹل کا سپر نٹنڈنٹ تھا اور گاہے بگاہے ایک مختصر حلقے میں درسِ قرآن دیتا، وہ ہوسٹل کا اِنچارج تھا لیکن اُسے نظم قائم کرنے سے کوئی دلچسپی نہ تھی، آئے روز اُس کے ہوسٹل میں اَفسوس ناک واقعات پیش آتے اور جب یونیورسٹی اِنتظامیہ کی طرف سے توجہ دِلائی جاتی تو وہ خطابت کا جادُو جگاتا اور کہتا کہ یہ اِسلامی جمعیۃ طلبہ کی یونین والے ہیں جو واقعات کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں ....ایسے ہی ایک اَفسوس ناک واقعہ کے بعد اُس نے ملازمت سے اِستعفیٰ دے دیا، اُسے اَندیشہ تھا کہ اَب اُسے کٹہرے میں کھڑا ہونا پڑے گا۔

اُس نے قلعہ گوجر سنگھ میں ایک مکان کرائے پر لیا اور ایک دوست سے مالی اِمداد کی درخواست کی، اُس سادہ دِل آدمی نے اپنے دوست کی مدد کی، وہ اُس کے مکان کا کرایہ اَدا کرتا اور اُس کے درسِ قرآن کی محفلوں کا اہتمام کرتا۔ اِس شخص کے توسط سے محمد طاہر کی ملاقات پنجاب کے وزیرِ خزانہ نواز شریف کے والد اور صنعت کار میاں محمد شریف سے ہوئی..............اَب اُس کی مالی حالت سُدھرنے لگی اور جلد ہی وہ قلعہ گوجر سنگھ سے سمن آباد کے ایک مکان میں منتقل ہو گیا۔

محمد طاہر نے جو ایک عرصہ سے طاہر القادری بن چکا تھا 1981ء سے شادمان کالونی کی رحمانیہ مسجد میں درسِ قرآن کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا، یہاں یونیورسٹی لاء کالج کے بعض طلبہ اور اَساتذہ، اعظم کلاتھ مارکیٹ، برانڈرتھ روڈ اور اَکبری منڈی کے خوشحال اور خوش عقیدہ تاجروں کے علاوہ اِس آسودہ حال آبادی کے بعض لوگ بھی درس میں شریک ہوتے.....اُن میں سے بعض اِس جوان سال مفسر سے بری طرح متاثر تھے۔

''میں نے اپنے زندگی کے دو سال اِس طرح گزارے کہ میں اِس کے ہر حکم کی تعمیل پر آمادہ رہتا تھا۔''

اُن لوگوں میں ایک نے بتایا، جو اَب اُس کا نام سن کر بھڑک اُٹھتا ہے اور اُسے ایک جعل ساز قرار دیتا ہے۔

اُسی شخص کے توسط سے جو اَپنا چھوٹا سا کاروبار کرتا ہے اِس کی میاں شریف سے پہلی ملاقات ہوئی، میاں شریف کو اپنی نوتعمیر اِتفاق مسجد کے لیے ایک خطیب کی تلاش تھی، اُنہوں نے طاہر القادری سے اِس سلسلے میں رابطہ کیا تو اُس نے موقع سے فائدہ اُٹھایا لیکن اُس نے بزرگ صنعت کار کے سامنے چند شرائط پیش کیں۔ اُس نے کہا کہ وہ کوئی معاوضہ قبول نہیں کرے گا لیکن اُنہیں اُس کے خطباتِ جمعہ کو پمفلٹ کی صورت میں طبع کرانا ہوگا اور اُس کے کیسٹ بنائے جائیں گے۔نوجوان آدمی کو اپنی خطابت کے جادُو کا اَندازہ ہو چکا تھا۔میاں شریف نے اِن شرائط کو تسلیم کرلیا، مسجد کی تعمیر پر لاکھوں روپے صرف کرنے والے آدمی کے لیے چند ہزار روپے ماہوار کے خرچ کی اہمیت کیا تھی ؟

اُن ہی دِنوں اِسلام آباد میں طاہر القادری کی ملاقات اپنے ایک سابق اُستاد اور اپنے والد کے ایک دوست سے ہوئی، اُنہوں نے بے تکلفی کے ساتھ اِس سے سوال کیا کہ اُس نے یونیورسٹی کی نوکری کیوں چھوڑ دی ؟ برا سا منہ بنا کر جواب دیا کہ اُس تنخواہ میں اُس کی گزر بسر ڈھنگ سے نہیں ہوتی تھی، تمکنت اور طنطنے کے ساتھ اُس نے کہا کہ اُسے یونیورسٹی سے جو تنخواہ ملتی تھی اُس سے کہیں زیادہ روپے اُس کے باورچی خانے میں خرچ ہوجاتے ہیں۔بزرگ اُستاد نے حیرت سے کہا کہ اَبھی چند سال پہلے وہ اِن سے مالی مدد کی درخواست کر رہا تھا اُس نے اِلتجا کی تھی کہ اِسے کہیں سے وظیفہ دِلوادیا جائے ......اَب اَچانک اُس کے مالی حالات اِتنے اچھے کیسے ہوگئے ......اِس سوال پر وہ گھبرا گیا اور اُس نے بتایا کہ اَپنا جھنگ کا مکان بیچ کر اُس نے کاروبار شروع کر رکھا ہے ....واقعی اُس نے مکان بیچ ڈالا تھا لیکن اُس کی آسودگی کا اِس سے کوئی تعلق نہ تھا۔میاں شریف نے اُس کے لیے سیمنٹ کی ایک ایجنسی حاصل کی تھی اور وہ اِس کے علاوہ مختلف طریقوں سے اِس کی مالی اِمداد

کرتے تھے، بتدریج یہ مالی اِمداد سوا لاکھ روپے ماہوار تک جا پہنچی جس کا بڑا حصہ اِتفاق مسجد میں قائم ہونے والے مدرسے کے لیے تھا جسے ایک پرشکوہ نام دیا گیا تھا لیکن اُس کا کچھ حصہ محمد طاہر القادری کی ذات پر صرف ہوتا تھا۔'' (ص ۲۵ تا ۲۹)

ایک اور جگہ تحریر ہے :

''اور اَب ایک اور واقعہ ۱۲؍اکتوبر کا ذکر ہے، پریس کلب لاہور میں آٹھ بجے شب پرفیسر ڈاکٹر طاہر القادری پریس کانفرنس سے خطاب کررہے تھے کہ اُن کا میڈیا سیکرٹری موبائل فون دونوں ہاتھوں میں تھامے اِنتہائی مودّبانہ اَنداز میں ہال میں داخل ہوا اور کہا کہ قبلہ صاحب جی ایچ کیو سے آپ کے لیے فون ہے !

قبلہ بڑے متکبرانہ اَنداز میں کرسی سے اُٹھے اور موبائل فون کان کو لگاتے ہوئے کہا کہ ہم آپ کے اِس اِقدام کی بھرپور حمایت کرتے ہیں اور پھر فون پر باتیں کرتے ہوئے ہال سے باہر نکل گئے۔

اِس دوران وہاں موجود ملکی و غیر ملکی صحافی فوراً اپنے اپنے موبائل فون چیک کرنے لگے جو مختلف کمپنیوں کے ساتھ اور رپورٹر ایک دُوسرے سے اِستفسار بھی کرتے رہے کہ کیا موبائل سروس چالو ہوگئی ہے ؟ لیکن کسی صحافی کے موبائل فون سے کوئی مثبت جواب نہ آیا۔

جیسے ہی قبلہ طاہر القادری واپس آئے، ایک صحافی نے اُنہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ جناب موبائل سروس تو بند ہے آپ کو فون کیسے آگیا ؟ جس پر قبلہ کچھ پریشان ہوئے مگر چند لمحوں بعد کہا کہ یہ ''سپیشل'' کیس ہے جس پر وہاں موجود صحافی ہنسنے لگے اور پریس کانفرنس ختم ہونے کے بعد ایک دُوسرے کہتے رہے کہ ''قبلہ'' کا ڈرامہ فلاپ ہوگیا۔ عوامی تحریک کے میڈیا سیل کے لوگ بھی اِس ضمن میں کسی صحافی کو کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکے۔

مذکورہ پریس کانفرنس میں قبلہ طاہرالقادری نے صحافیوں کو چونکا دینے کے لیے یہ بھی کہا کہ آپ کے لیے ایک نئی خبر ہے ملک میں مارشل لاء لگ گیا ہے جو کہ آج تک نہیں لگا۔

۱۲/اَکتوبر کو پریس کانفرنس میں عوامی تحریک کے میڈیا سیل اور بعض رہنماؤں کے مطابق طاہرالقادری مستقبل کے نگران وزیرِاعظم کی حیثیت سے پریس کانفرنس کر رہے تھے حالانکہ اُس وقت فوج نے مکمل طور پر ٹیک اوور بھی نہیں کیا تھا مگر علامہ صاحب کی مثال ایسی ہے کہ ''مدعی سست گواہ چست''

قبلہ طاہرالقادری صاحب یہ بھی کہتے ہیں کہ اُنہوں نے منہاج القرآن سے ایک پائی تک نہیں لی۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اُن کا ایسا کون سا خفیہ کاروبار ہے یا اُن کے پاس ایسا کون سا الہ دین کا چراغ ہے جس کا مظہر ہیں اُن کے فُلی ائیر کنڈیشنڈ اور اِنتہائی قیمتی مخملی قالینوں سے آراستہ دفاتر، اِنتہائی قیمتی گاڑیاں، چاق و چوبند محافظ، قیمتی فون، اَخباری اِشتہارات اور مخصوص چہیتے صحافیوں کو باہر کے ملکوں کی سیر، عمرے اور تحفے تحائف ! آخر اُن کے پاس اِتنی دولت کہاں سے آئی ؟

(روزنامہ خبریں لاہور، ۱۷/جنوری ۲۰۰۰ء)۔(ص : ۲۲۱ ، ۲۲۲)

''ایک اور جھوٹ کا اِنکشاف'' کے تحت دُوسری جگہ تحریر ہے :

''اِس سوال پر کہ آیا اُن کے والد ڈسپنسر تھے ؟ تو طاہرالقادری نے کہا کہ وہ غیر ملکی یونیورسٹی میں ڈاکٹری کی باقاعدہ تعلیم حاصل کرتے رہے تاہم اُنہوں نے ڈاکٹری کی سند حاصل نہیں کی تھی۔

اپریل ۱۹۸۹ء کے قومی ڈائجسٹ میں طاہرالقادری کا ایک اِنٹرویو شائع ہوا تھا جس میں اُنہوں نے اپنے باپ کو ڈاکٹر قرار دیا پھر یہ دعوٰی کیا کہ اُنہوں نے سعودی بادشاہ کا علاج کیا جس کے علاج سے دُوسرے ڈاکٹر عاجز آ گئے تھے، اَب نہ تو

اُنہوں نے اُس بادشاہ کا نام بتایا، نہ سن کا ذکر کیا۔ اَب اپنے باپ کو ڈاکٹر مشہور کرنے والا ڈاکٹر طاہر القادری اِعتراف کر رہا ہے کہ اُس کا باپ ڈسپنسر تھا، ڈاکٹر نہیں تھا مگر کیا کیجیے جھوٹ کی عادت جھوٹ ظاہر ہونے پر بھی بدلی نہیں۔ ڈھٹائی کی حد ہے کہ جسے بیان کرتے ہوئے قادری صاحب کہتے ہیں کہ وہ ایک غیر ملکی یونیورسٹی میں ڈاکٹری کی باقاعدہ تعلیم حاصل کرتے رہے اَب تو غیر ملک کا نام ظاہر کیا اور نہ یونیورسٹی کا نام لیا اور بات پھر وہیں آ کر رُکی کہ اُنہوں نے ڈاکٹری کی سند حاصل نہیں کی تھی۔ تو قادری صاحب کو آخر اِس جھوٹ کا فائدہ کیا حاصل ہوا جبکہ بات وہی رہی جو کہ ہے، ہاں اَلبتہ قادری صاحب کے مرید فائدہ حاصل کر سکتے ہیں اگر وہ چاہیں تو ؟ اُس سے دامن چھڑا کر۔'' (ص : ۲۶۲)

''طاہر القادری کی ڈگریاں'' کے زیرِ عنوان تحریر ہے :

''نقطہ نظر'' کے تحت ۲۹ر دسمبر ۱۹۹۹ء کی اِشاعت ''خبریں'' میں ایک کالم چھپا ''ڈاکٹر طاہر القادری پر اِعتراضات کا محاکمہ'' مجھے اِس کالم کے مندرجات سے کوئی غرض قطعًا نہیں اَلبتہ ایک غلط فہمی کا اِزالہ ضرور چاہتا ہوں۔ اِس کالم میں ڈاکٹر صاحب موصوف کی فکری خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ موصوف کی کوئی پانچ ہزار مختلف موضوعات پر لکھی ہوئی کتب کے صلے میں اے بی آئی (A.B.I) اور آئی بی سی (I.B.C) نے اِنہیں International Man of Year اور Hall of Fame Outstanding Man of 20th Century قرار دیا ہے۔ اِنٹرنیشنل بائیوگرافیکل سنٹر (کیمبرج اِنگلینڈ CB2-3QP) ایک کاروباری پبلشنگ اِدارہ ہے جس کا منصوبہ محض یہ ہے کہ یورپ سے متاثرہ مغلوب اَقوام کے نمود پسند لوگوں کی نفسیات سے فائدہ اُٹھا کر اُنہیں بلیک میل کیا جائے، یہ نہ کوئی مستند تحقیقی اِدارہ ہے، نہ کوئی یونیورسٹی ہے اور نہ کوئی مجلس معارف ہے، یہ محض اور محض

پبلشنگ سنٹر ہے جو ہزاروں کی تعداد میں مختلف خطوط، حاصل شدہ پتوں پر مسلسل بھیجتا رہتا ہے اور یہ ایڈریس خود اُن ہی لوگوں سے حاصل کرتا ہے جنہیں اِس اِدارے کی شائع کردہ Who is Who میں شامل ہونے کا شوق ہوتا ہے چنانچہ یہ اِدارہ جب کسی ''شکار'' کو پھانستا ہے اُس کے نام مراسلے کی پشت پر جہاں اُس کتاب سوانح میں شمولیت کی فیس درج ہوتی ہے وہاں یہ بھی لکھا ہوتا ہے کہ آپ کچھ ایسے اَفراد کے نام بھی لکھیے جنہیں (I.B.C) میں شامل کیا جا سکتا ہے۔

میں آپ کے اَخبار کے قارئین کے لیے اپنے نام آئے ہوئے ایسے پیش کردہ بہت سے اِعزازات کی نقول روانہ کر رہا ہوں۔ آپ ملاحظہ فرمائیں کہ ہر مراسلے کی پشت پر 80 ڈالر سے لے کر 875 ڈالر تک کی رقم یہ اِدارہ طلب کرتا ہے اور جو کوئی شخص یہ رقم اَدا کر دے وہ International Man of Year اور Hall of Fame Outstanding Man of 20th Century قرار پاتا ہے۔

چنانچہ پاکستان کے کئی دُکانداروں، کالج کے لڑکوں، کافی ہاؤس میں خوش گپیاں کرنے والے نوجوانوں اور بہت سے ایسے ناپختہ کار اہلِ قلم کو جب مطلوبہ فیس اَدا کرنے کے بعد اِس ''موہوم'' اِعزاز کی مراسلاتی خبر ملتی ہے تو وہ اِسے اپنا اِعزاز سمجھ کر اَخباروں میں بھی چھپواتے ہیں۔ مجھے نہایت اَفسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ بعض تعلیمی اِداروں کے سمجھدار اَساتذہ بھی ایسے دھوکہ باز اِداروں کے جال میں آکر اپنے بارے میں غلط فہمیوں کا شکار ہو جاتے ہیں اور یقینًا محترم ڈاکٹر طاہر القادری صاحب بھی اِس مغالطے کا شکار ہوئے ہیں۔ اِس ایوارڈ کی قطعًا کوئی علمی واَدبی حیثیت نہیں، یہ ''عظیم الشان'' اور ''قابلِ فخر'' ڈگریاں جو تقسیم کر رہا ہے، ایک پرنٹنگ پریس ہے اِس کا نام Melrose Press Ltd اِس کا پتہ ہے Bank Barclay , 58 High Street New Market CB88NH , England اُس کا بنک اَکاؤنٹ نمبر 50629111 ہے۔

قارئینِ محترم کی اِطلاع کے لیے یہ بھی بتلانا ضروری ہے کہ I.B.C اور A.B.I جڑواں فریب کاری کرتے ہیں، کبھی اُن کا خط اِنٹر نیشنل بائیو گرافیکل کانگریس اور کبھی اَمریکن بائیو گرافیکل اِنسٹیٹیوٹ Religion North Carolina 27622 USA P.O.Box 31226 کے حوالے سے آتا ہے۔ اِن دونوں اِداروں کے مالک ایک ہی گروپ کے یہ نوسر باز برطانوی ہیں۔

میرے نام اِن دونوں اِداروں کے ایسے ہی کوئی ایک سو پچاس خطوط (جیسے ڈاکٹر صاحب موصوف کو آتے رہے) موجود ہیں، میں نے چونکہ اُن کے مطلوبہ ڈالر اَب تک اِن پانچ برسوں میں نہیں بھیجے، اِس لیے مجھے حتمی طور پر Hall of Fame اور Outstanding Man of 20th Century قرار نہیں دیا ہے اَلبتہ اپنی کتاب (I.B) کا ایک Proof کوئی دس دفعہ اِس تقاضے کے ساتھ میرے نام بھیجا ہے کہ 875 ڈالر روانہ کروں تاکہ وہ اِس پروف کو حقیقت کا رنگ دے سکیں۔

ڈاکٹر صاحب موصوف کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ اِن فریبی اِداروں کے عطا کردہ ایسے اِعزازات کو اپنے لیے وجہ اِفتخار نہ بنائیں جو یقیناً اِن اِداروں کو مطلوبہ رقم کی اَدائیگی کے بعد حاصل کیے گئے ہوں گے۔ ڈاکٹر صاحب بارِ خاطر نہ فرمائیں تو یہ بھی کہتا چلوں کہ یہ عاجز جو ڈاکٹر صاحب کی شہرت ولیاقت کا کسی طور پر ہم پایہ نہیں، اِس اِدارے سے اِس ہیچمدان تک کو اِنٹر نیشنل مین آف دی ائیر 93-1992ء کی بار بار کوشش کی لیکن یہ عاجز اُن کے دامِ فریب میں اَب تک نہیں آسکا، یہ بیمار نرگسیت (خود آرائی وخود پسندی) کا ایک عمل ہے۔ ہمارے صحیح الدماغ اہلِ علم کو اِس عارضے سے دُور رہنا چاہیے۔ اپنے تمام مندرجات کے ثبوت کے طور پر A.B.I اور I.B.C کے تمام متعلقہ خطوط اِس مختصر مضمون کے ساتھ منسلک کر رہا ہوں۔''

(روزنامہ خبریں لاہور ۲۲؍جنوری ۲۰۰۰ء)۔(ص ۲۵۲ تا ۲۵۳)

جس کتاب سے یہ اِقتباسات حاصل کیے گئے ہیں آج سے بارہ برس قبل شائع ہوئی مگر آج بارہ برس بعد بھی ڈاکٹر طاہرالقادری صاحب کی روِش جوں کی توں ہے، جہاد فی سبیل اللہ اور دینی مدارس سے پہلے کی طرح آج بھی نفرت کی حد تک بے زار ہیں، حالیہ دِنوں کے اُن کے بیانات اِس پر شاہد ہیں جن میں اُنہوں نے اعلان کیا ہے کہ

'' مدارس ختم کر کے سیکولر سکول قائم کریں گے ''

جبکہ ۲۲ ستمبر روزنامہ نوائے وقت میں بری فوج کے سابق سربراہ جناب اَسلم بیگ صاحب کا بیان شائع ہوا ہے جس میں اُنہوں نے اِنکشاف کیا ہے کہ

''ہمارے لوگوں نے طاہرالقادری کی قم [۱] میں سینئر آیت اللہ اور ویٹی کن [۲] میں پوپ سے ملاقات کرائی تھی۔''

غالبًا یہی ملاقات ہے جس کی تصویریں نیٹ پر بھی دیکھی جاسکتی ہیں اِس تصویر میں اپنے حضور لوگوں کو سجدہ کروانے والے طاہرالقادری گھٹنوں کے بل پوپ کے حضور شرمناک حالت میں آداب بجا لارہے ہیں۔

اَسلم بیگ صاحب نے تو صرف ملاقات کے لیے بھیجا مگر قادری صاحب وہاں جا کر عیسائی پادری کی مناجات میں مشغول ہوگئے معلوم ہوتا ہے اُن کو ''لارنس آف پاکستان'' قرار دینے والوں کے خدشات بالکل درست ہیں۔

دُوسری طرف تحریکِ اِنصاف کا معاملہ اِن سے زیادہ مختلف نہیں ہے یوں لگتا ہے کہ ایک ہی مقصد کی طرف ''اہلِ تشیُّع'' ''قادری صاحب کی زیرِ قیادت اور ''قادیانی'' عمران خان کی زیرِ قیادت رواں دواں ہیں، اللہ تعالیٰ اِن کے مقاصدِ بد سے اِسلام اور مسلمانوں کی حفاظت فرمائے، آمین۔

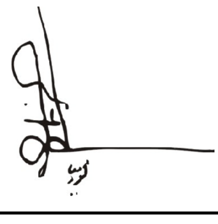

---

[۱] اِیران میں شیعوں کا مذہبی اِعتبار سے مرکزی شہر [۲] رُوم میں عیسائیوں کا عالمی مذہبی مرکز

مولای صل وسلم دائما ابدا — درسِ حدیث — علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرت اَقدس پیرومرشد مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''اَنوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اَللّٰہ تعالیٰ حضرتِ اَقدسؒ کے اِس فیض کو تاقیامت جاری و مقبول فرمائے۔(آمین)

قرآن کی تفسیر حدیث ہی سے کی جاسکتی ہے ڈکشنری سے نہیں
گناہ کے کام میں والدین کی اِطاعت نہیں کی جائے گی
''سٹھیا'' جانے سے پناہ چاہے، لمبی عمر سے نہیں
نیت ٹھیک ہو تو ہر کام عبادت بن جاتا ہے

(کیسٹ نمبر 81 سائیڈ B 1987 - 12 - 13)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

آقائے نامدار ﷺ نے آدابِ معاشرت سکھائے اور اُن کو فرض کر دیا ضروری بتادیا، ہیں رہن سہن کے، تعلقات کے، رشتہ داری کے لیکن اُنہیں ضروری اور واجب قرار دے دیا اور اُن کو عبادت بنا دیا، آپ نے نہیں بنایا اللہ نے بنایا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے بتایا ہے، بنایا خدا نے ہے بتایا آپ نے ہے تو اُس میں یہ چیزیں آتی ہیں کہ والدین کی نافرمانی درست نہیں اور عقوق یعنی نافرمانی کسے کہتے ہیں ؟ نافرمانی کا مطلب یہ ہے کہ خدا اور بندے دونوں کے خلاف ہو، اگر بات صرف ماں کی یا باپ کی ہے تو دیکھا جائے گا جائز ہے یا جائز نہیں، حدِ جواز میں ہے تو بھی واجب ہے ماننی اور اگر حدِ جواز میں بھی نہیں ہے، شریعت کی تعلیم اُس کے خلاف ہے اور فقہا کا فتوی اُس کے خلاف ہے تو پھر نہیں ہے ماننی، ایسے ہی جو شریعت کے خلاف بات ہو جس کی وہ تاکید کرتے ہیں وہ بھی نہیں ماننی، جب

نہیں مانتی تو خفا ہوں گے پھر کیا کرے ؟ تو یہ کرے کہ خفا اُنہیں نہ ہونے دے جہاں تک ہو سکے، کوئی اور طریقے اِختیار کرے، بہت طریقے ہیں جن سے ایک اِنسان ایک طرح نہیں منتا تو دُوسری طرح منتا ہے بالواسطہ من جاتا ہے کوئی اور ذرائع ہوں اُن سے مان جاتا ہے۔ اور جس طرح سے بہلا دیا جاتا ہے بہلانے کی کوشش کرے، اچھا بہلانے میں تو آتے ہیں بہت بوڑھے ہوگئے ہوں تو، سمجھ نے کام ہی چھوڑ دیا اُن کی اور ایسے بوڑھاپے سے تو پناہ مانگی گئی ہے اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھے کہ جس میں اِنسان کی سمجھ کام چھوڑ دے اِس کا نام ہے هَرَمْ ۔ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَرَمْ آیا ہے حدیث شریف میں، ایسے بوڑھاپے سے پناہ مانگی گئی ہے اور یہ بھی آیا مِنْ اَنْ اُرَدَّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرْ [۱] عمر کے بدترین حصے تک مجھے پہنچائے (اِس سے پناہ چاہتا ہوں)۔ عمر بڑی لمبی لمبی ہوجاتی ہے صحابہ کرامؓ کی بڑی لمبی عمریں ہوئی ہیں دو ڈھائی سو سال کم اَز کم حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی ہے ورنہ اِس سے بھی زیادہ تین سو چار سو پانچ سو مختلف اَقوال ہیں بہت بڑی عمر پائی، ڈھائی اور تین سو تو پائی ہی پائی ہے لیکن اِسلام لانے کے بعد عمر کا آخری حصہ ساٹھ سال اِسلام میں گزارے ہیں اُنہوں نے، حسان اِبن ثابت اَنصاری رضی اللہ عنہ ساٹھ سال کے تھے جب مسلمان ہوئے اور ساٹھ سال اِسلام میں گزارے، اِس طرح کے واقعات ہیں یہ لیکن اَرْذَلِ الْعُمُرْ کا حصہ نہیں آیا اَرْذَلِ الْعُمُرْ جو ہے پناہ اُس سے مانگی گئی ہے لمبی عمر سے نہیں مانگی گئی۔

اگر اَعمال اچھے ہوں تو لمبی عمر مبارک ہے :

بلکہ لمبی عمر کو تو فرمایا کہ طُوْبٰی لِمَنْ طَالَ عُمُرُهٗ وَحَسُنَ عَمَلُهٗ [۲] وہ آدمی بڑا خوش قسمت ہے کہ عمر لمبی عمل اچھے گویا عمر لمبی اور عمل اچھے ہوں تو کوئی بات نہیں۔

بلکہ یہ کہ عمر میں ایسا حصہ آجائے ﴿ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا ﴾ [۳] اِس سے پناہ مانگی گئی ہے مِنْ اَنْ اُرَدَّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرْ تو وہ تو بہلانے کا معاملہ جو ہے وہ تو اُس وقت ہوتا ہے جو

---

[۱] بخاری شریف کتاب الدعوات رقم الحدیث ۶۳۷۴

[۲] مشکوۃ شریف کتاب الدعوات رقم الحدیث ۲۲۷۰

[۳] سُورۃ الحج : ۵

عمر (میں اِس حالت) کو پہنچ گئے تو آدمی اُن کو ڈانٹ ڈپٹ کرے ذلیل سمجھے اُن کی خدمت نہ کرے صفائی کا خیال نہ رکھے، یہ بہت بڑا گناہ ہے بلکہ یہ کہ جس نے ایسا وقت پایا اور بخشش خدا سے نہ کرا سکا اپنی تو وہ تو بڑا بدنصیب شمار کیا گیا ہے، یہ وقت تو ایسا ہے کہ اُن کی خدمت ہی کی جائے اور وہ ایک ہی چیز کو کئی کئی دفعہ کہتے ہیں کبھی کچھ کہتے ہیں کبھی کچھ اور ابھی آپ سے کہا میرے لیے چائے بنا کے لاؤ اور آپ لائے بنا کے اور وہ سو بھی گئے بیٹھے بیٹھے سو جاتے ہیں تو پھر لٹا دو اُنہیں آرام کرا دو پھر گرم کر کے دے دو چائے، پوچھ لو اُن سے، یہ کہنا کہ یہ تو ناک میں دم کر رکھا ہے اَبھی تو اِتنی دفعہ جھک جھک کر رہے تھے کہ چائے بنا کے لا کے دو، کام چھوڑ دو میری کوئی خدمت نہیں کرتا میرا خیال نہیں کرتا، بنا کے لایا ہوں بیٹھے بیٹھے سو رہے ہیں اِس طرح کی باتیں کرنی عظیم گناہ ہے اور اِس طرح کی باتوں کو برداشت کر لینا بہت بڑا ثواب ہے، بڑی خوش نصیبی ہے اُس آدمی کی جو ایسی چیزوں کو برداشت کر لے اور بہت بڑی بات ہے۔ بڑھاپا ہے کھانسی ہوگئی حقہ بھی پیتے ہیں، بے چینی ہوتی ہے دُوسرے کمرے میں جگہ بھی ہر ایک کو تو میسر نہیں اِتنی کہ اَلگ اَلگ بیڈرُوم ہوں تو اُن کی کھانسی سے اُن کے حقہ سے تنگ آنا بالکل غلط بات ہے یہ چیزیں منع ہیں اور یہ چیزیں گناہ ہیں اور ایسی حالت میں جب دماغی توازن پر اَثر پڑ جائے تو بہلانا جائز ہے۔

اور اِس (حالت) سے پہلے جو بہلانے کی کوشش کرتے ہیں تو وہ یہ نہیں ہوتا کہ ماں باپ سمجھ نہیں رہے کہ یہ ہمیں چکر دے رہا ہے بہلا رہا ہے، چکر دینے کا تو برا مانتے ہیں بہلانا کہ یہ ہمیں بہلا رہا ہے اِس نے فلاں بات چھپائی ہے تو وہ جان بوجھ کر نظر اَنداز کرتے رہتے ہیں آخر وہ بھی تو ماں اور باپ ہی ہیں نہ، جب وہ سمجھیں گے کہ اِس نے ایسی (غلط) چیز کی ہے اور اِس طرح سے (اَب) یہ یوں یوں باتیں بنا رہا ہے تو پھر اُن کی شفقت کا تقاضا یہ ہوگا کہ اُن کی خفگی ختم ہو جائے گی، اِسے آپ سمجھیں گے لڑکا سمجھے گا کہ میں نے بہلا دیا یا میں ٹھنڈا کرنے میں کامیاب ہو گیا اور بڑے سمجھیں گے کہ چلو چھوڑو (درگزر کرو)، جب یہ اِس طرح سے پچھتا رہا ہے یا مان گیا ہے غلطی یا اِحساس ہو گیا ہے اِسے فلاں چیز کا تو چھوڑو اِسے۔ تو یہ ہیں رہن سہن کی چیزیں۔

ہر عمل نیکی بن سکتا ہے :

سمجھ میں نہیں آتا کہ (اِن چیزوں سے) خدا کی رضا کا کیا تعلق ہے لیکن اِسلام نے بتایا کہ جس وقت اِنسان بالغ ہوجاتا ہے جب تک مرتا ہے اور جو کچھ کرتا ہے اُس ہر کام میں نیت کی جاسکتی ہے اور نیکی بن سکتا ہے ہر کام، یہ نہیں ہے کہ وضو کروگے نماز پڑھوگے تو نیکی شمار ہوگی ورنہ نہیں یہ بات نہیں ہے اِسلام نے بتایا کہ تمام عمل نیکی بن جاتے ہیں، ایک دُکاندار ہے تجارت کرتا ہے دیانتداری سے کرتا ہے، منشا اُس کا یہ ہے کہ میری تجارت بھی چلے، محلے والوں کو فائدہ بھی پہنچے، ضرورت مندوں کو ضرورت کی چیز یہیں کے یہیں مِل جائے تو اُسے ثواب ہے اور اگر وہ نیت یہ کرتا ہے کہ میں یہاں محلّہ میں بیٹھا ہوں جو بیچارہ ایسا ہوگا کہ جانہیں سکے گا بیوہ عورت ہے فلاں ہے اُس کے بچے ہیں، چھوٹے سے ہیں کہاں جائیں گے وہ میرے پاس ہی آئیں گے میں اُن سے جو چاہوں گا لیتا رہوں گا پیسے وصول کرتا رہوں گا ایک یہ نیت ہوگئی، اَب کی تو ہے دُکان محلّہ میں اُس نے، ایسی جگہ کی ہے جہاں ضرورت ہے اور وہ ضرورت سے ناجائز فائدے بھی اُٹھا سکتا ہے اور اپنی ضرورت کو کنٹرول رکھتے ہوئے یہ تو نہیں کہ نفع پر وہ نہیں دے گا، دے گا تو نفع ہی پر لیکن ضبط کرتے ہوئے بہتر چیز مہیا کرے اور وہ دے تو یہ تاجرِ صدوقِ اَمین ہوگیا، تاجر بھی ہوگیا سچا بھی ہوگیا اَمانت دار بھی ہوگیا تو اِس کے مال میں بھی برکت ہے اور اِس کی تجارت عبادت ہے۔

حضرت جنیدؒ کا قصہ :

میں نے سنایا ہوگا شاید پہلے بھی حضرت جنیدِ بغدادی رحمة اللہ علیہ کی طرف منسوب ہے کہ اُنہوں نے حج کے دِن حج کے میدان میں عرفات میں جس دِن حج ہوتا ہے اور وہ وقت زوال کے بعد سے شروع ہوتا ہے نو تاریخ کو ذوالحجہ کی زوال کے بعد سے شروع ہوتا ہے مغرب تک، مغرب بعد تو پھر میدان ہے پتہ ہی نہیں چلتا تھا پہلے لیکن شرعًا وقت پھر بھی ہے فجر تک اگر فرض کریں کہ گاڑی پنکچر ہوگئی نہیں پہنچ سکا، کوئی اور چیز ہوگئی اور وہ لیٹ پہنچ سکا ہے مغرب میں پہنچا ہے عشاء میں پہنچا ہے تو

وہاں (عرفات میں) چکر لگا آئے تو حج مِل گیا اُسے فجر سے پہلے پہلے ورنہ خدانخواستہ اگر فجر ہوگئی اور نہیں پہنچ سکا اُس میدان میں تو حج گیا، تو اُس میدان میں وہ دیکھتے رہے کہ ایک آدمی کوئی کاروبار کررہا ہے بظاہر، لیکن اُس کا دِل غافل نہیں ہے۔ دِل سے ہوجاتی ہے اللہ اللہ کرنے کی (عادت اور ہمیشگی) جیسے آپ یہاں (خانقاہ میں) چند منٹ کرتے ہیں تو اِس عادت کو بڑھا لیا جائے تو بڑھتے بڑھتے وہ پھر پکی عادت بن جاتی ہے پھر آپ نماز پڑھتے ہوں گے تو ذکر جاری رہے گا، تلاوت کرتے ہوں گے ذکر جاری رہے گا، باتیں کرتے ہوں گے ذکر جاری رہے گا یعنی خدا کی یاد جاری رہے گی۔ اُنہوں نے دیکھا کہ اِس کو غفلت ہی نہیں ہے کررہا ہے کاروبار مگر خدا کی یاد سے غفلت بالکل نہیں ہوئی اِسے اور صبح سے شام جو وقت تھا اُس کا منٰی میں یا وہاں عرفات میں۔

اور ایک فقیر کو دیکھا وہ مانگتا پھر رہا ہے اور خدا ہی کا نام لے کر مانگ رہا تھا مانگتے تو اللہ ہی کے نام پر ہیں، ویسے حسینؓ کے نام پر بھی مانگ لیتے ہیں اور بھی کرلیتے ہیں بہرحال یہ تو ایک جہالت ہے ناواقفیت ہے مسائل کا پتہ نہیں تو وہ خدا کے نام پہ مانگ رہا تھا اور دِل میں اُس کے دُنیا ہی دُنیا تھی کہ یہ کیا دے رہا ہے وہ کیا دے رہا ہے اور کتنے ہوگئے تو اُنہوں نے یہ اِظہار فرمایا اپنے کسی ہمراہی سے کہ دو آدمی عجیب میں نے دیکھے ایک یہ جو نام خدا کا لے رہا تھا اور دِل غافل تھا اور ایک وہ کہ جو کاروبار میں لگا ہوا تھا مگر دِل خدا کی طرف۔ اَب یہ اِتنی چیزیں اور ایسی آسان آسان چیزیں اور اِنہیں پر بخشش ہوجاتی ہے تو اِنسان اپنی عقل سے نہیں پہچان سکتا تھا اِس بات کو، عقل میں تو یہی آتا ہے کہ عبادت تو یہ ہے کہ صبح سے شام تک روزہ رکھے تو ہوئی عبادت، ورنہ کیا عبادت ! نماز پڑھی تو عبادت ورنہ کیا عبادت ! صرف اِن عبادات کو سمجھتا ہے عبادت، یہ اِنسان کی اپنی غلط فہمی ہے بلکہ ہر چیز عبادت ہے جب سے بالغ ہوا ہے جب تک زندہ ہے جو کام کرے گا وہ عبادت میں داخل ہوسکتا ہے، بس نیت کرنی پڑے گی خدا کی رضا کی، تو ہر جائز کام عبادت بنتا چلا جائے گا۔ تو اَب ماں باپ کی خوشی، پرواہ بھی نہیں کرتا آدمی خیال ہی نہیں کرتا (اِس کی اہمیت کا) اور ہے ایسی اہم چیز، اَب چاہے جیسے حاصل ہو طریقے اُس کے مختلف ہیں۔

''جھوٹ'' کیا ہے ؟

ایک مسئلہ میں اور عرض کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ جھوٹ جو ہے جھوٹ کیا چیز ہے ؟ جھوٹ کو کتابوں میں لغت کی جو لکھا جائے گا اور فلسفہ کی کتابوں میں جو لکھا جائے گا وہ یہ لکھا جائے گا کہ خلافِ واقع کوئی بات کہے تو وہ جھوٹ ہے، اُن کے ہاں تو یہ ہے۔

اور شریعت میں جھوٹ کی تعریف اَلگ ہے کیونکہ شریعت میں تعلق ہے ثواب اور گناہ سے تو شریعت نے اَلگ تعریف کی ہے اِس کی، تو شریعت میں جھوٹ وہ ہے کہ جس میں نقصان ہو اور سچ بولنا بھی منع ہو جاتا ہے بعض دفعہ اور بعض دفعہ سچ بولنا گناہ بھی ہو جاتا ہے، اگر آپ یہ جانتے ہیں کہ یہ آدمی اگر اِسے پتہ چل گیا کہ فلاں جگہ فلاں آدمی ہے تو یہ اُسے جان سے مار دے گا یہ اُس کے پیچھے پڑا ہوا ہے تو آپ کے لیے سچ بولنا وہاں گناہِ عظیم ہے اور آپ چاہے جھوٹ جو بھی بول لیں کہ ہاں وہ مِلا تو تھا راستے میں فلائنگ کوچ سے جا رہا تھا فلاں جگہ جا رہا تھا تاکہ اُس کا ذہن اِدھر سے ہٹ جائے اِس کی جان بچ جائے ورنہ آپ جانتے ہیں ظالم ہے قاتل ہے ڈاکو ہے اِغوا کرنے والا ہے پوچھ رہا ہے فلاں لڑکی جو تھی وہ اِدھر سے گزری تھی آج کالج آئی ہے نہیں آئی ہے ؟ چپڑاسی سے پوچھتا ہے اور پتہ ہے اُسے کہ یہ اِغوا کرنا چاہتا ہے اُسے تو چپڑاسی کے ذمہ جھوٹ بولنا فرض ہے۔ وہ جاہل ہے دین سے تو پھر کہے گا کہ میں جھوٹ بولوں یا سچ بولوں ؟ ممکن ہے کہ وہ سچ ہی اِختیار کر لے وہ سچ گناہ ہو جائے گا شریعت کی نظر میں، لغت کی کتابوں کی بات نہیں۔

قرآن کی تفسیر حدیث ہی سے کی جاسکتی ہے ڈکشنری سے نہیں :

تو اِس لیے شریعت کی جتنی بھی چیزیں ہیں قرآنِ پاک ہے اُس کو جو حل کیا جاتا ہے وہ اَحادیث کی روشنی میں حل کیا جاتا ہے لُغت سے نہیں کیا جاتا فقط لُغت کافی نہیں ہوتی، تفسیر کہتے ہیں معنٰی مرادی بیان کرنے کو کہ جنابِ رسول اللہ ﷺ کی مراد یہ تھی تفسیر کے معنی ترجمہ کے نہیں ہیں ترجمہ جو ہے وہ تو ڈکشنری سے بھی ہو سکتا ہے غیر مسلموں نے بھی بڑی بڑی ڈکشنریاں لکھ رکھی ہیں اور بڑے بڑے بلیغ

اور فصیح اور سب پلے بڑھے وہیں عرب میں اور عربی کی خدمت کی ہے بہت زیادہ مگر زبان سمجھ کر اپنی تو ڈکشنری اور چیز ہے اور دین اور چیز ہے اور قرآنِ پاک اور دین کو سمجھنا اگر ہے تو پھر حدیث سمجھنی پڑے گی صحابہ کرامؓ سے پوچھنا پڑے گا کہ اُنہوں نے کیا سمجھا ہے رسول اللہ ﷺ نے جو یہ جملہ فرمایا تھا یہ کس مطلب سے فرمایا تھا تو وہ اَندازِ بیان دیکھنے والے تھے تو اَندازِ بیان دیکھنے والا جو بیان کرے گا تو وہ مراد ہوگی اُس سے وہی لی جائے گی۔

تو اِس میں یہ بھی ہے کہ بیوی اَب گھریلو معاملات میں بات بات پر بگڑ جائے گی خفا ہو جائے گی زندگی گزارنی مشکل ہو جائے گی باہر سے آپ آئیں گے کارخانے سے دُکان سے کہیں حساب کر کے آرہے ہیں کوئی دفتر سے آرہا ہے تھکا ہوا گھر میں آتا ہے اور گھر میں آتے ہی پھر تلخی تو اُسے تو ضرورت ہے آرام کرنے کی وہ تھکا ہوا آیا ہے اور یہاں آتے ہی گھر میں اُلٹی سیدھی باتیں شروع ہو جائیں تو وہ آرام کہاں گیا وہ تو تکلیف ہوگئی اُسے تو ایسی صورت میں کیا کرے گزارا تو کرنا ہے تو شریعتِ مطہرہ نے پھر یہاں اِس طرح کی باتیں کرنے کی اِجازت دی ہے جس سے تعلقات خوشگوار رہیں تو اُس میں اگر ضرورت پڑ جاتی ہے ایسی بات کہنے کی کہ جو واقع میں نہیں ہوئی مگر وہ خوش ہو جائے گی تو پھر یہ ٹھیک ہے بالکل اِس میں ثواب ہے۔

بعض دفعہ دماغوں میں خلل ہو جاتا ہے بیویوں کے ایسے خطوط آتے ہیں یہ بھی ہے وہ بھی ہے اور میاں کو آنے میں دیر ہوگئی اور اُس کی بیوی کا دماغی توازن جو صحیح نہیں ہے وہ سمجھتی ہے کہ کہیں اور گیا ہے فلاں جگہ گیا ہے کسی اور سے تعلقات قائم کر چکا ہے اور ایسے ہی ماں باپ کا بھی ہو جاتا ہے وہم میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور بیچارے (شوہر) اللہ جانے اُن کو کتنا ثواب ملتا ہوگا، ہنڈیا بھی خود ہی پکانی پڑتی ہے تو اَب اُس میں اُس کو ایسی بات کرنی ہے کہ جس سے اُس کو شفا ہو یہ ضروری ہے جس طرح بھی اُسے شفا ہو تشفی ہو اگر بالکل سچ بولے گا کورا جواب دے دے گا تو وہ ٹھیک نہیں ہے۔

تو اِس میں یہ سمجھنا بھی ضروری ہے کہ شرعًا جھوٹ کسے کہتے ہیں اور سچ کسے کہتے ہیں ؟

تو شرعاً یہ باتیں جھوٹ نہیں ہیں کیونکہ گناہ نہیں لکھا گیا جھوٹ کا مطلب ہے گناہ وہ نہیں ہے، ایک آدمی کی طرف سے جا کر کہتا ہے کہ اُنہوں نے سلام کہا تھا آپ کو حالانکہ اُنہوں نے سلام نہیں کہا تو یہ کیا ہے ؟ یہ جھوٹ ہے، کہاں کہا ہے سلام اُنہوں نے ! مگر یہ کہہ دینا کہ اُنہوں نے سلام کہا ہے وہ خیریت پوچھتے تھے آپ کی وغیرہ وغیرہ، اَب یہ باتیں اُس نے اپنی طرف سے بنادیں تا کہ اُن کے تعلقات اچھے رہیں یہ جھوٹ ہے یا نہیں ؟ تو ڈکشنری میں دیکھو تو جھوٹ ہے اور ویسے، ویسے فرمایا کہ یہ ثواب ہے لَیْسَ الْکَذَّابُ الَّذِیْ یُصْلِحُ بَیْنَ النَّاسِ [1] جو آدمی لوگوں میں صلح کرائے وہ کذاب نہیں وہ جھوٹا نہیں۔

اور جو ایسا سچ بولے کہ جس سے فساد کھڑا ہو جائے اور فساد جب کھڑا ہوتا ہے تو بڑھتا چلا جاتا ہے رُکتا ہی نہیں وہ سچ جو ہے وہ ثواب کے قابل نہیں رہا اللہ کی نظر میں، اُس کو چھپائے رکھو اُس کو ظاہر کرنا ضروری نہیں بلکہ بعض دفعہ جیسے میں نے مثال دی ہے اُس چپڑاسی کے لیے تو گناہ ہے یہ بتانا، وہ یہ کہہ دے کہ اُس کی درخواست آگئی نہیں آسکی وہ آج، تا کہ وہ ٹل جائے۔

تو ایسے ہی گزارا ماں باپ کے ساتھ ہے ایسے ہی گزارا بہن بھائیوں کے ساتھ ہے ایسے ہی میاں بیوی کا بھی ہے اِن تمام اُمور میں حسنِ تدبیر کی اِجازت دی گئی ہے اور اُس میں جو آدمی سے ایسی بات ہوتی ہے کہ جس سے ٹھنڈک پڑے اور فتنہ نہ اُبھرے اور بے چینی نہ پیدا ہو گھر میں وہ منع نہیں ہے، میاں بیوی کا اِسی طرح کا نازک تعلق ہوتا ہے ذرا سی بات ہو جائے تلخی ہو جائے طلاق کا لفظ نکل جائے تعلقات ہی ختم ہو جاتے ہیں وہ اَجنبی بن جاتی ہے تو ایسی صورت میں سچ ہی بولتا رہے تو یہ کون سی بات ہوگئی، اِس سے تو تعلقات خراب ہو جاتے ہیں تو شریعتِ مطہرہ نے تو بہت اُوپر کی بات کی ہے بہت آگے تک کی بات کی ہے ڈکشنری والوں کا تو کام نہیں ہے وہاں تک پہنچنا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آقائے نامدار ﷺ کے ذریعے ہمیں رہن سہن کے طریقے بتائے اور یہ کہ رہن سہن کے یہ طریقے اِختیار کرو گے تو عبادت بنتی چلی جائے گی تو ماں باپ کی نافرمانی نہ کرو یہ بتلا دیا۔

---

[1] بخاری شریف کتاب الصلح رقم الحدیث ۲۶۹۲

گناہ کے کام میں والدین کی اِطاعت نہیں کی جائے گی :

میں نے بتایا کہ نافرمانی اُس کا نام ہے کہ جس میں گناہ نہ ہوتا ہو لیکن اگر اُس کام کے کرنے میں جو ماں باپ کہہ رہے ہیں گناہ ہوتا ہے پھر وہ نہ کرنا یہ عقوق میں داخل نہیں ہے، وہ کہتے ہیں جاؤ پیسے لے جاؤ سینما دیکھ آؤ، اَلگ اَلگ سمجھ ہے ماں باپ کی بھی، ہر اِنسان کی سمجھ اللہ نے اَلگ بنائی ہے، ایسی کوئی چیز کہتا ہے وہ نہیں مانتا، نہیں مانتا تو بس ٹھیک ہے اُس میں گناہ نہیں ہے عقوق میں وہ داخل نہیں ہے، جائز کام کو کہتے ہیں پھر بھی وہ نہیں کرتا پھر بھی ٹلا جاتا ہے وہ عقوق میں داخل ہو جائے گا۔

فرض نماز پڑھنے کا فائدہ، نہ پڑھنے کا نقصان :

اور نمازِ مکتوبہ نہ چھوڑو، نمازِ مکتوبہ اِس کے میں نے فوائد بتائے تھے پچھلی دفعہ کہ وہ آدمی اللہ کی ذمہ داری میں گویا آجاتا ہے یہاں فِیْ ذِمَّةِ اللّٰهِ آیا ہے اور فَقَدْ بَرِأَتْ مِنْهُ ذِمَّةُ اللّٰهِ [1] اللہ کی ذمہ داری اُس سے بری ہے۔

ایک معنی تو یہ ہیں کہ جو آدمی نماز پڑھے گا ہم اُس پر تلوار نہیں اُٹھائیں گے، ہم نماز پڑھتا ہوا دیکھ کر سمجھ جائیں گے کہ یہ مسلمان ہے یعنی جہاد کے موقع پر اور اگر نماز کا وقت آیا اَذان بھی دی گئی سب نے نماز پڑھی اور وہ اُدھر نظر آرہا ہے بیٹھا ہوا ویسے ہی پھر اُسے کوئی مجاہد اگر تیر مار دے گا تو وہ پھر یہ نہیں، شمار نہیں ہوگا اِس طرح سے بَرِأَتْ مِنْهُ ذِمَّةُ اللّٰهِ اللہ کی ذمہ داری میں وہ نہیں ہے۔

دُوسری صورت وہ ہے کہ نماز پڑھتا ہے تو نماز میں خود آیات ایسی آتی ہیں، دُعائیں ایسی آتی ہیں جن میں اللہ سے مدد طلب کی جاتی ہے اور ہدایت کی بھی ﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴾ تیری ہی عبادت کرتے ہیں تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں تو مدد چاہنا آ گیا اِس میں، اور بھی ایسے کلمات آرہے ہیں جن میں اِنسان کی حفاظت ہوتی ہے ایک طرح کی، حصار رہتا ہے ایک طرح کا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی صحیح سمجھ کی توفیق عطا فرمائے عمل کی توفیق فرمائے، آخرت میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محشور فرمائے، آمین۔ اِختتامی دُعا.........

---

[1] مشکوۃ شریف کتاب الایمان رقم الحدیث ٦١

قسط : ۱۰

اِسلام کیا ہے ؟

﴿ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

۞ ۞ ۞

ساتواں سبق

معاملات میں سچائی و اِیمانداری اور اَکلِ حلال و حقوق العباد کی اہمیت

پاک کمائی اور اِیماندارانہ کاروبار :

پھر اِسلام میں جس طرح کمائی کے ناجائز طریقوں کو حرام اور اُن سے حاصل ہونے والے مال کو خبیث اور ناپاک قرار دیا گیا ہے، اِسی طرح حلال طریقوں سے روزی حاصل کرنے اور اِیمانداری کے ساتھ تجارت اور کاروبار کرنے کی بڑی فضیلت بتائی گئی ہے، ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا :

''حلال کمائی کی تلاش بھی دین کے مقررہ فرائض کے بعد ایک فریضہ ہی ہے۔''

ایک دُوسری حدیث میں اپنی محنت سے روزی کمانے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا :

''کسی نے اپنی روزی اِس سے بہتر طریقے سے حاصل نہیں کی کہ خود اپنے دست و بازو سے اُس کے لیے اُس نے کام کیا ہو، اور اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام کا طریقہ یہی تھا کہ وہ اپنے ہاتھ سے کچھ کام کرکے اپنی روزی حاصل کرتے تھے۔''

ایک حدیث میں ہے حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ :

''سچائی اور اِیمانداری کے ساتھ کاروبار کرنے والا تاجر (قیامت میں) نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔''

معاملات میں نرمی اور رحم دِلی :

مالی معاملات اور کاروبار میں جس طرح سچائی اور اِیمانداری پر اِسلام میں بہت زیادہ زور دیا گیا ہے اور اِس کو اعلیٰ درجہ کی نیکی اور ذریعہ قربِ خداوندی قرار دیا گیا ہے، اِسی طرح اِس کی بھی بڑی ترغیب دی گئی ہے اور بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ معاملہ اور لین دین میں نرمی کا روّیہ اِختیار کیا جائے اور سخت گیری سے کام نہ لیا جائے، ایک حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا :

''اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو اُس بندے پر جو خرید و فروخت میں اور دُوسروں سے اپنا حق وصول کرنے میں نرم ہو۔''

ایک دُوسری حدیث میں ہے آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا :

''جو آدمی اللہ کے کسی غریب اور تنگدست بندے کو (قرض کی اَدائیگی میں) مہلت دے دے یا (کلی یا جزوئی طور پر اَپنا مطالبہ) معاف کر دے تو اللہ تعالیٰ اُس کو قیامت کے دِن کی پریشانیوں سے نجات عطا فرمائے گا۔ ایک دُوسری روایت میں ہے کہ قیامت کے دِن اللہ تعالیٰ اُس کو اپنے سایہ رحمت میں جگہ دے گا۔''

حضور ﷺ کے اِن اِرشادات کا تعلق تو تاجروں اور اُن دولت مندوں سے ہے جن سے تنگ حال لوگ اپنی ضرورتوں کے لیے قرض لے لیتے ہیں لیکن جو لوگ کسی سے قرض لیں خود اُن کو رسول اللہ ﷺ اِس کی اِنتہائی تاکید فرماتے تھے کہ جہاں تک ہو سکے وہ جلد سے جلد قرض اَدا کرنے کی کوشش کریں اور ایسا نہ ہو کہ قرض دار ہونے کی حالت میں دُنیا سے چلے جائیں اور اللہ کے کسی بندے کا حق اُن کے ذمہ باقی رہ جائے، اِس بارے میں آپ جتنی سختی فرماتے تھے اُس کا اَندازہ حضور ﷺ کے اِن اِرشادات سے ہو سکتا ہے، ایک حدیث میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ :

''اگر آدمی راہِ خدا میں شہید ہو جائے تو شہادت کے طفیل اُس کے سارے گناہ بخش دیے جائیں گے لیکن اگر کسی کا قرض اُس کے ذمہ ہے تو اُس سے اُس کی گردن شہید ہو کے بھی نہ چھوٹے گی۔''

ایک اور حدیث میں ہے آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا :

'' اُس پروردگار کی قسم ! جس کے قبضے میں محمد (ﷺ) کی جان ہے، اگر کوئی شخص راہِ خدا میں شہید ہو پھر زِندہ ہو اور پھر شہید ہو اور پھر زِندہ ہو اور پھر شہید ہو اور پھر اُس کے ذمے کسی کا قرض باقی ہو تو (اُس قرض کے فیصلے کے بغیر) وہ بھی جنت میں نہیں جا سکے گا۔''

مالی معاملات اور حقوق العباد کی نزاکت کا اَندازہ کرنے کے لیے بس یہی دو حدیثیں کافی ہیں، اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ ہم بھی اِن کی اہمیت اور نزاکت کو سمجھیں اور ہمیشہ اِس کی کوشش کرتے رہیں کہ کسی بندے کا کوئی حق ہماری گردن پر نہ رہ جائے۔ (جاری ہے)

قسط : ۱۰

قصص القرآن للاطفال

پیارے بچوں کے لیے قرآن کے پیارے قصے

﴿ الشیخ مصطفٰی وہبہ، مترجم مفتی سیّد عبدالعظیم صاحب ترمذی ﴾

﴿ قارون کا واقعہ ﴾

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے :

﴿ اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓءُ بِالْعُصْبَةِ اُولِى الْقُوَّةِ اِذْقَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ○ وَابْتَغِ فِيْ مَآ اٰتٰكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَا اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِى الْاَرْضِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴾

(سُورۃ القصص : ۷۶ ، ۷۷)

''قارون جو موسٰی کی قوم سے تھا پھر شرارت کرنے لگا اُن پر، اور ہم نے دیے تھے اُس کو خزانے اِتنے کہ اُس کی کنجیاں اُٹھانے سے تھک جاتے کئی مرد زور آور، جب کہا اُس کو اُس کی قوم نے ''مت اِترا ! اللہ کو نہیں بھاتے اِترانے والے اور جو تجھ کو اللہ نے دیا ہے اُس سے کمالے آخرت کا گھر اور نہ بھول اپنا حصہ دُنیا سے اور بھلائی کر جیسے اللہ نے بھلائی کی تجھ سے اور ملک میں خرابی مت ڈال، اللہ کو بھاتے نہیں خرابی ڈالنے والے۔''

حضرت موسٰی علیہ السلام کے زمانے میں قارون نامی ایک شخص مصر میں مقیم تھا اُس کا تعلق بنی اِسرائیل ہی سے تھا، اللہ تعالیٰ نے اُس پر اِنتہائی فضل فرمایا تھا اور بہت سی نعمتوں سے نوازا تھا اور اُسے بے شمار اور وافر مقدار میں مال بھی عطا فرمایا تھا حتی کہ اُس کے خزانے کی چابیاں پہلوان بھی اُٹھانے سے قاصر تھے۔ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے :

﴿ وَاٰتَیْنٰہُ مِنَ الْکُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَہٗ لَتَنُوْٓءُ بِالْعُصْبَۃِ اُولِی الْقُوَّۃِ ﴾(القصص : ۷۶)

''اور ہم نے دیے تھے اُس کو خزانے اِتنے کہ اُس کی کنجیاں اُٹھانے سے تھک جاتے تھے کئی مرد زور آور۔''

اِس کے پاس بڑی تعداد میں گھوڑے اور سواریاں بھی تھیں، علاوہ اَزیں خادموں کی بھی ایک تعداد تھی جو خدمت گزاری اور حفاظت کے لیے ہمہ وقت کمر بستہ تھے۔ اِس کی سواریوں کی زینوں کو سونے چاندی اور تانبے سے مزین کیا جاتا اور جب وہ سواریوں پر سوار ہو کر باہر نکلتا تو سورج کی روشنی میں سونا اور تانبا خوب چمکتے اور آنکھیں چندھیا جاتیں۔ اِسی طرح اُس کی سواریوں کو سونے اور چاندی سے مرکب کشتہ جات کھلائے جاتے تھے۔ قارون کو چاہیے تھا کہ اللہ کا شکر اَدا کرتا لیکن اُس نے نافرمانی شروع کردی اور تکبر میں مبتلا ہو کر غرور و تکبر کی تمام حدیں پھلانگ گیا حتی کہ بنی اِسرائیل کے کچھ عقلاء نے اُسے نصیحت بھی کی کہ غرور نہ کر اور فقراء و مساکین اور محتاج لوگوں کو فراموش نہ کر لیکن قارون نے حسبِ معمول اُن کا مذاق اُڑایا اور ضلالت و گمراہی میں مگن ہو گیا اور یہ خیال کرنے لگا کہ مال و دولت کی کثرت صرف اُس کے علم کی وجہ سے ہے، کہنے لگا کہ :

﴿ اِنَّمَا اُوْتِیْتُہٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ ﴾ (سُورۃ القصص : ۷۸)

''یہ مال تو مجھے مِلا ہے ایک ہنر سے جو میرے پاس ہے۔''

یہ بات بالکل پس پشت ڈال دی کہ اللہ نے اُس سے زیادہ مال و دولت اور علم والے لوگوں کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ اُس نے کسی کی بھی نصیحت قبول نہیں کی حتی کہ ایک دِن اپنی شان و شوکت والی سواریوں پر سوار ہو کر خادموں کے جلو میں قوم کے پاس آیا۔ کمزور اِیمان والے اور اللہ کی حکمتوں سے بے خبر لوگوں نے اِسے دیکھا تو کہنے لگے :

﴿ یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ قَارُوْنُ اِنَّہٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ﴾(سُورۃ القصص : ۷۹)

''اے کاش ! ہم کو ملے جیسا مِلا ہے قارون کو، بے شک اُس کی بڑی قسمت ہے۔''

یہ سن کر کامل اِیمان والے اور عقل و دانش والوں نے اُنہیں جواب دیا :

﴿ وَیْلَکُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صٰلِحًا وَّ لَا یُلَقّٰهَاۤ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴾ ؎۱

''اے خرابی تمہاری ! اللہ کا دیا ہوا ثواب بہتر ہے اُن کے واسطے جو یقین لائے اور کام کیا بھلا۔ اور یہ بات اُن ہی کے دِل میں پڑتی ہے جو سہنے والے ہیں۔''

چونکہ اللہ تعالیٰ جبار اور بدلہ لینے والے ہیں وہ ڈھیل تو دیتے ہیں لیکن چھوڑتے نہیں، اِس لیے اللہ نے زمین کو حکم دیا کہ قارون اور اُس کے اَموال اور اَملاک کو نگل لے اور اُس کا نام و نشان بھی مٹا دے چنانچہ زمین نے ایسا ہی کیا، اللہ کا تعالیٰ کا اِرشاد ہے :

﴿ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ فَمَا کَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ یَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا کَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِیْنَ ﴾ (سُورۃ القصص : ۸۱)

''پھر دَھنسا دیا ہم نے اُس کو اور اُس کے گھر کو زمین میں پھر نہ ہوئی اُس کی کوئی جماعت جو مدد کرتی اُس کی اللہ کے سوا، اور نہ وہ خود مدد کر سکا۔''

جب لوگوں نے یہ دیکھا تو اُنہیں علم ہوا کہ اللہ نے قارون کو مال و دولت صرف آزمائش کے لیے عطا فرمائی تھی کہ وہ شکر گزار بنتا ہے یا نافرمان۔ اِرشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿ وَاَصْبَحَ الَّذِیْنَ تَمَنَّوْا مَکَانَهٗ بِالْاَمْسِ یَقُوْلُوْنَ وَیْکَاَنَّ اللّٰهَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَیَقْدِرُ لَوْ لَاۤ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا لَخَسَفَ بِنَا وَیْکَاَنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْکٰفِرُوْنَ ﴾ ؎۲

''اور فجر کو لگے کہنے، جو کل شام آرزو کرتے تھے اِس جیسے مرتبہ کی، اَرے خرابی یہ تو اللہ ہی ہے کھول دیتا ہے روزی جس کی چاہے اپنے بندوں میں اور تنگ کر دیتا ہے۔ اگر نہ اِحسان کرتا ہم پر اللہ تو ہم کو بھی دھنسا دیتا۔ اے خرابی چھٹکارا نہیں پاتے منکر۔''

(جاری ہے)

؎۱ سُورۃ القصص : ۸۰ ؎۲ سُورۃ القصص : ۸۲

قسط : ۳۱

سیرت خُلفائے راشدین

﴿ حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنوئی ؒ ﴾

اَمیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفّان ذو النّورینؓ

حضرت عثمانؓ کے چند نصیحت آموز کلمات :

آپ کے کلمات مختصر اور واضح ہوتے تھے اور اَکثر نصیحت و حکمت کی باتیں اِرشاد فرمایا کرتے تھے جن میں سے چند درجِ ذیل ہیں :

(۱) فرمایا کرتے تھے کہ ''اللہ کے ساتھ تجارت کرو تو بہت نفع ہوگا۔''

(۲) فرمایا کرتے تھے کہ ''بندگی اِس کو کہتے ہیں کہ اَحکامِ اِلٰہی کی حفاظت کرے، جو عہد کسی سے کرے اُس کو پورا کرے اور جو کچھ مِل جائے اُس پر راضی رہے اور جو نہ ملے اُس پر صبر کرے۔''

(۳) فرماتے تھے کہ ''دُنیا کی فکر کرنے سے تاریکی پیدا ہوتی ہے اور آخرت کی فکر کرنے سے روشنی پیدا ہوتی ہے۔''

(۴) فرماتے تھے کہ ''متقی کی علامت یہ ہے کہ اور سب لوگوں کو سمجھے کہ نجات پا جائیں گے اور اپنے آپ کو سمجھے کہ ہلاک ہوگیا۔''

(۵) فرماتے تھے کہ ''سب سے زیادہ بربادی یہ ہے کہ کسی کو بڑی عمر ملے اور سفرِ آخرت کی کچھ تیاری نہ کرے۔''

(۶) فرماتے تھے کہ ''دُنیا جس کے لیے قید خانہ ہو، قبر اُس کے لیے باعثِ راحت ہوگی۔''

(۷) فرماتے تھے کہ ''اگر تمہارے دِل پاک ہوجائیں تو کبھی قرآن شریف کی تلاوت یا سماعت سے سیری نہ ہو۔''

(۸) محاصرے کے زمانے میں جب اتمامِ حجت کے لیے آپ نے بالاخانے سے سر باہر نکالا تو فرمایا کہ ''مجھے قتل نہ کرو بلکہ صلح کی کوشش کرو، خدا کی قسم میرے قتل کے بعد پھر تم لوگ کبھی متفقہ قوت کے ساتھ کسی سے قتال نہ کرسکو گے اور کافروں سے جہاد موقوف ہوجائے گا، باہم مختلف ہوجاؤ گے۔''

(۹) محاصرے کے زمانے میں لوگوں نے پوچھا کہ اَمیر المومنین آپ تو مسجد جا نہیں سکتے، اِن ہی باغیوں میں سے کوئی شخص اِمام بنتا ہے، ہم اُس کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں ؟ تو آپ نے فرمایا کہ ''نماز اچھا کام ہے جب لوگوں کو اچھا کام کرتے ہوئے دیکھو تو اُن کے ساتھ شریک ہوجایا کرو، ہاں برے کام میں اُن کے ساتھ شرکت مت کرو۔'' (جاری ہے)

ضرورتِ رشتہ

سیّدہ، عالمہ، ایف اے، وکیشنل ڈپلومہ ہولڈر، باپردہ کے لیے دیو بندی، سیّد، معقول آمدن اور ذاتی رہائش والے کا لاہور شہر سے رِشتہ درکار ہے۔

رابطہ نمبر : 0333-4678-830

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارُالاقامہ (ہوسٹل) اَور درسگاہیں

(۳) کتب خانہ اَور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اَجر ہے۔ (ادارہ)

قربانی کے مسائل

﴿ حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب مدظلہم ﴾

قربانی کس پر واجب ہے :

مسئلہ : جس پر صدقہ فطر واجب ہے اُس پر بقرعید کے دِنوں میں قربانی کرنا بھی واجب ہے اور اگر اِتنا مال نہ ہو کہ جس پر صدقہ فطر واجب ہوتا ہو تو اُس پر قربانی واجب نہیں ہے لیکن پھر بھی اگر کر دے تو ثواب ہے۔

مسئلہ : قربانی فقط اپنی طرف سے کرنا واجب ہے، اَولاد کی طرف سے واجب نہیں بلکہ اگر نابالغ اَولاد مالدار بھی ہو تو تب بھی اُس کی طرف سے کرنا واجب نہیں نہ اپنے مال میں سے نہ اُس کے مال میں سے کیونکہ اُس پر واجب ہی نہیں ہوتی۔ لیکن اگر باپ اپنے مال میں سے اپنی نابالغ اَولاد کی طرف سے کر دے تو مستحب ہے۔ بیوی اور بالغ اَولاد مالدار ہو تو اُن کو اپنی طرف سے قربانی کرنا واجب ہے۔

مسئلہ : بیوی اور بالغ اَولاد مالدار ہو اور شوہر بیوی کے لیے اور والد بالغ اَولاد کے لیے اپنے پاس سے قربانی کے جانور لا دے تاکہ وہ قربانی کر سکیں تو جائز ہے۔

مسئلہ : جو بیٹا باپ کے ساتھ باپ کے کاروبار میں لگا ہو اور کاروبار میں اُس کا اَپنا حصہ اور ملکیت کچھ نہ ہو تو اَگر اِس کے علاوہ بیٹے کے پاس قربانی کا نصاب ہو تو اُس پر قربانی واجب ہوگی اور اگر نہیں ہے تو واجب نہیں ہوگی۔

مسئلہ : عورت کے پاس کچھ مال نہ ہو لیکن اُس نے نصاب کے بقدر مہر شوہر سے اَبھی لینا ہو تو اَگر مہر معجّل ہو اور شوہر مالدار ہو تو عورت پر قربانی واجب ہے۔ اور اَگر مہر معجّل ہو لیکن شوہر فقیر ہے یا مہر ہی موجل ہو خواہ شوہر مالدار ہو یا فقیر ہو تو عورت پر قربانی واجب نہیں۔

مسئلہ : اگر پہلے اِتنا مالدار نہ تھا اِس لیے قربانی واجب نہ تھی پھر بارہویں تاریخ کے سورج ڈوبنے سے پہلے کہیں سے مال مِل گیا تو قربانی کرنا واجب ہے۔

قربانی مقیم پر واجب ہوتی ہے مسافر پر نہیں :

مسئلہ : قربانی کے تینوں دِن اِقامت کا ہونا شرط نہیں ہے دسویں گیارہویں تاریخ کو سفر میں تھا پھر بارہویں تاریخ کو سورج ڈوبنے سے پہلے گھر پہنچ گیا یا پندرہ دِن کہیں ٹھہرنے کی نیت کر لی تو اَب قربانی کرنا واجب ہو گیا۔

مسئلہ : دسویں تاریخ کو گھر میں تھا پھر گیارہویں کو سفر میں چلا گیا اَور بارہویں کو سورج ڈوبنے سے پہلے گھر آگیا تو قربانی واجب ہو گی۔

مسئلہ : اَگر مالدار قربانی کے دِن گزرنے سے پہلے سفر پر چلا گیا اور باقی وقت سفر میں گزرا تو اِس سے قربانی ساقط ہے۔

مسئلہ : جو شخص حج پر گیا اور حساب سے شرعی مسافر بنتا ہو اُس پر قربانی واجب نہیں مثلاً ایک شخص ۲۵ / ذیقعدہ کو مکہ مکرمہ پہنچا، اَب چونکہ منٰی عرفات جانے میں پندرہ دِن سے کم ہیں اِس لیے یہ شخص مکہ مکرمہ میں اِقامت کی نیت بھی کرلے تب بھی مقیم نہیں مسافر ہی رہے گا۔ اِس لیے خواہ یہ شخص حج سے پہلے مدینہ منورہ جائے یا نہ جائے ۱۲ / ذی الحجہ تک یہ مسافر رہے گا اور اِس پر قربانی واجب نہ ہو گی۔

قربانی کا وقت :

مسئلہ : ذی الحجہ کی دسویں تاریخ سے لے کر بارہویں تاریخ کے سورج ڈوبنے سے پہلے تک قربانی کا وقت ہے چاہے جس دِن قربانی کرے لیکن قربانی کا سب سے بہتر دِن دسویں کا ہے پھر گیارہویں تاریخ پھر بارہویں تاریخ۔

مسئلہ : دسویں تاریخ کو شہر والوں کے لیے قربانی کا مستحب وقت عید کی نماز اور خطبہ کے بعد ہے جبکہ گاؤں والوں کے لیے کہ جس میں عید کی نماز نہیں ہوتی سورج طلوع ہونے کے بعد ہے۔

مسئلہ : گاؤں والوں کے لیے دسویں تاریخ کو فجر کی نماز کے بعد بھی قربانی کرنا جائز ہے۔

مسئلہ : اِمام عید کی نماز پڑھا چکا لیکن اَبھی خطبہ نہیں پڑھا کہ کسی نے قربانی کردی تو قربانی جائز ہے۔

مسئلہ : اِمام کے نماز پڑھانے کے دَوران قربانی کی تو قربانی نہیں ہوگی۔

مسئلہ : اِمام نے نماز پڑھائی پھر لوگوں نے قربانی کی اُس کے بعد پتہ چلا کہ اِمام کا وضو نہ تھا اور اِمام نے بلا وضو عید کی نماز غلطی سے پڑھا دی تھی تو قربانی ہوگئی اِعادہ کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ : اَگر کسی عذر سے یا بلا عذر پہلے دِن یعنی دسویں کو عید کی نماز نہیں ہوئی تو سورج کے زوال سے پہلے قربانی جائز نہ ہوگی اَلبتہ زوال کے بعد جائز ہوگی اور دُوسرے دِن جب عید کی نماز پڑھی جائے تو نماز سے پہلے بھی قربانی جائز ہے۔

مسئلہ : اگر عید کی نماز ہوئی اور پھر لوگوں نے قربانی کی، بعد میں یہ بات ظاہر ہوئی کہ وہ دِن دسویں کا نہیں نویں ذی الحجہ کا ہے اور چاند دیکھنے میں غلطی ہوگئی تھی تو اَگر باقاعدہ گواہی سے چاند کے ہونے کا اِعلان کیا گیا تھا تو نماز اور قربانی دونوں جائز ہیں اِعادہ کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ : دسویں سے بارہویں تک جب جی چاہے قربانی کرے چاہے دِن میں چاہے رات میں لیکن رات کو ذبح کرنا مکروہِ تنزیہی ہے شاید کوئی رگ نہ کٹے اور اَندھیرے میں پتہ نہ چلے اور قربانی درست نہ ہو۔

مسئلہ : اگر کوئی شہر کا رہنے والا اپنی قربانی کا جانور کسی گاؤں میں بھیج دے تو وہاں اُس کی قربانی عید کی نماز سے پہلے بھی درست ہے اگرچہ وہ خود شہر ہی میں موجود ہو، ذبح ہوجانے کے بعد اُس کو منگوالے اور گوشت کھائے۔

قربانی کے جانور :

مسئلہ : بکرا، بکری، بھیڑ، دُنبہ، گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اُونٹ، اُونٹنی اِن جانوروں کی قربانی درست ہے۔ اِن کے علاوہ کسی اور جانور کی قربانی درست نہیں۔

مسئلہ : بکری سال بھر سے کم کی درست نہیں، جب پورے سال بھر کی ہو تب قربانی درست ہے۔ اور گائے، بھینس دو برس سے کم کی درست نہیں، پورے دو برس کی ہو چکے تب قربانی درست ہے۔ اور اُونٹ پانچ برس سے کم کا درست نہیں ہے۔

تنبیہ : بکری جب پورے ایک سال کی ہو جاتی ہے اور گائے جب پورے دو سال کی ہو جاتی ہے اور اُونٹنی جب پورے پانچ سال کی ہو جاتی ہے تو اُس کے نچلے جبڑے کے دُودھ کے دانتوں میں سے سامنے کے دو دانت گر کر دو بڑے دانت نکل آتے ہیں، نر اور مادّہ دونوں کا یہی ضابطہ ہے۔ تو دو بڑے دانتوں کی موجودگی جانور کے قربانی کے لائق ہونے کی اہم علامت ہے لیکن اَصل یہی ہے کہ جانور اِتنی عمر کا ہو۔ اِس لیے اگر کسی نے خود بکری پالی ہو اور وہ چاند کے اِعتبار سے ایک سال کی ہو گئی ہو لیکن اُس کے دو دانت اَبھی نہ نکلے ہوں تو اُس کی قربانی درُست ہے لیکن محض عام بیچنے والوں کے قول پر کہ یہ جانور پوری عمر کا ہے اِعتماد نہیں کر لینا چاہیے اور دانتوں کی مذکورہ علامت کو ضرور دیکھ لینا چاہیے۔

مسئلہ : دُنبہ یا بھیڑ اگر اِتنا موٹا تازہ ہو کہ سال بھر کے جانوروں میں رکھیں تو سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو سال بھر سے کم لیکن چھ ماہ سے زائد عمر کے دُنبہ اور بھیڑ کی قربانی بھی درست ہے اور اَگر ایسا نہ ہو تو سال بھر کا ہونا چاہیے۔

مسئلہ : گائے، بھینس، اُونٹ میں اَگر سات آدمی شریک ہو کر قربانی کریں تو بھی درست ہے لیکن شرط یہ ہے کہ کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو اور سب کی نیت قربانی کرنے کی یا عقیقہ کی ہو صرف گوشت کی نیت نہ ہو۔ اَگر کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم ہوگا تو کسی کی قربانی درست نہ ہوگی مثلاً آٹھ آدمیوں نے مِل کر ایک گائے خریدی اور اُس کی قربانی کی تو درست نہ ہوگی کیونکہ ہر ایک کا حصہ ساتویں سے کم ہے۔ اِسی طرح ایک بیوہ اور اُس کے لڑکے کو ترکہ میں گائے مِلی، اِس مشترکہ گائے کی قربانی کی تو درست نہیں ہوئی کیونکہ اِس میں بیوہ کا حصہ ساتویں سے کم ہے۔

مسئلہ : گائے اُونٹ میں بجائے سات حصوں کے صرف دو حصے ہوں یعنی دو آدمی مِل کر ایک گائے یا اُونٹ ذبح کریں اور اِس طرح دونوں میں سے ہر ایک کے حصہ میں ساڑھے تین حصے

ہوتے ہوں تو یہ جائز ہے کیونکہ دونوں میں سے کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہیں ہے۔ اِسی طرح اگر تین یا چار یا پانچ یا چھ آدمی مِل کر ایک گائے کی قربانی کریں تو جائز ہے۔

قربانی کا گوشت اور کھال :

مسئلہ : یہ اَفضل ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کرے، ایک حصہ اپنے لیے رکھے ایک حصہ اپنے رشتے داروں اور دوستوں کے لیے اور ایک حصہ فقراء پر صدقہ کرے۔ اگر کوئی زیادہ حصہ فقراء پر صدقہ کردے تو یہ بھی درست ہے۔ اور اگر اپنی عیالداری زیادہ ہے اِس وجہ سے سارا گوشت اپنے گھر میں رکھ لیا تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ : قربانی کا گوشت فروخت کرنا جائز نہیں، اگر کسی نے فروخت کردیا تو اُس کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہے۔

مسئلہ : قربانی کی کھال یا تو یونہی خیرات کردے یا اُس کو فروخت کر کے اُس کی قیمت صدقہ کردے۔

مسئلہ : گوشت یا کھال کی قیمت کو مسجد کی مرمت یا کسی اور نیک اور رفاہی کام میں لگانا جائز نہیں، صدقہ ہی کرنا چاہیے۔

مسئلہ : جس طرح قربانی کا گوشت غنی کو دینا جائز ہے اِسی طرح کھال بھی غنی کو دینا جائز ہے جبکہ اُس کو بلا عوض دی جائے اُس کی کسی خدمت وعمل کے عوض میں نہ دی جائے۔ غنی کی مِلک میں دینے کے بعد وہ اگر اُس کو فروخت کر کے اپنے اِستعمال میں لانا چاہے تو جائز ہے۔

مسئلہ : قربانی کا گوشت اور اُس کی کھال کافر کو بھی دینا جائز ہے بشرطیکہ اُجرت میں نہ دی جائے۔

مسئلہ : گوشت یا چربی یا کھال قصائی کو مزدوری میں نہ دے بلکہ مزدوری اپنے پاس سے الگ دے۔

مسئلہ : سات آدمی گائے میں شریک ہوں اور آپس میں گوشت تقسیم کریں تو تقسیم میں اَٹکل سے کام نہ لیں بلکہ خوب ٹھیک ٹھیک تول کر بانٹیں کیونکہ کسی حصہ کے کم یا زیادہ ہونے میں سود ہو جائے گا خواہ شریک اِس پر راضی بھی ہوں۔ اور جس طرف گوشت زیادہ گیا ہے اُس کا کھانا بھی جائز نہیں اَلبتہ اگر گوشت کے ساتھ سری پائے اور کھال کو بھی شریک کرلیا تو جس طرف سری پائے یا کھال ہو اُس طرف اگر گوشت کم ہو تو درست ہے چاہے جتنا کم ہو، جس طرف گوشت زیادہ ہو اُس طرف سری پائے بڑھائے گئے تو اَب بھی سود رہا۔

مسئلہ : اگر ایک جانور میں کئی آدمی شریک ہیں اور وہ سب آپس میں تقسیم نہیں کرتے بلکہ ایک ہی جگہ کچا یا پکا کر فقراء و اَحباب میں تقسیم کریں تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ : تین بھائی یا زیادہ یعنی سات تک بھائی ایک گائے میں شریک ہوں اور کہیں کہ اپنی اپنی ضرورت کا گوشت لے لو اور باقی فقراء پر تقسیم کردو تو یہ جائز نہیں بلکہ یا تو پہلے کچھ فقراء کو دے کر پھر باقی کو برابر برابر تقسیم کرلیں یا پہلے برابر برابر تقسیم کریں پھر ہر ایک اپنے حصہ میں سے فقراء کو دے۔

متفرق مسائل :

مسئلہ : اُونٹ میں نحر اَفضل ہے اور ذبح بھی جائز ہے جبکہ گائے بکری میں ذبح مستحب ہے۔

مسئلہ : تنہا ایک شخص پوری گائے ذبح کرے تو پوری گائے ایک قربانی ہو کر کُل کی کُل واجب ہوئی۔

مسئلہ : اپنی قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا بہتر ہے۔ اگر کوئی خود ذبح کرنا نہ جانتا ہو یا اُس کی ہمت نہ ہوتی ہو تو کسی اور سے ذبح کرالے اور ذبح کے وقت جانور کے سامنے کھڑا ہونا بہتر ہے۔

مسئلہ : قربانی کرتے وقت زبان سے نیت کہنا اور دُعا پڑھنا ضروری نہیں۔ اگر دِل میں خیال کرلیا کہ میں قربانی کرتا ہوں اور زبان سے کچھ نہیں پڑھا فقط زبان سے بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر ذبح کر دیا تو بھی قربانی درست ہوگئی لیکن اَگر یاد ہو تو دُعا پڑھ لینا بہتر ہے۔

ذبح سے پہلے کی دُعا :

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ . اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ . لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذَالِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ . اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ .

ذبح کے بعد کی دُعا :

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْهُ مِنِّیْ كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِكَ مُحَمَّدٍ وَّخَلِیْلِكَ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ .

مسئلہ : قربانی کی رسی وغیرہ سب چیزیں خیرات کردے۔

مسئلہ : جس پر قربانی واجب تھی لیکن اُس نے برسوں قربانی نہیں کی تو وہ گناہ کی معافی بھی مانگے اور جتنے سالوں کی قربانی رہ گئی اُس قدر قیمت کا صدقہ کردے۔

مسئلہ : قربانی سے پہلے قربانی کے جانور کا دُودھ دوہا ہو یا اُس کی اُون اُتاری ہو تو اُس کو صدقہ کرنا لازم ہے۔ (ماخوذ از: مسائلِ بہشتی زیور)

❁ ❁ ❁

قارئین انوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ انوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ اِرسال کیا جارہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ انوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی اِدارہ سے وابستہ ہے اِس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اَور اِس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اِس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اِس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اَپنا چندہ بھی اِرسال فرمادیں اَور دیگر اَحباب کو بھی اِس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اِس سے اِدارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (اِدارہ)

قسط : ۷

فرقہ واریت کیا ہے، کیوں ہے اور سدباب کیا ہے ؟

﴿ حضرت مولانا منیر اَحمد صاحب، اُستاذ الحدیث جامعہ اِسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا ﴾

فرقہ واریت کا حل کتاب وسنت کی روشنی میں :

ہم نے جو فرقہ واریت کا حل پیش کیا ہے یعنی کتاب وسنت کی جدید تحقیقات کا دروازہ بند کر کے اُمت میں جو پہلے سے متواتر ومتوارث معمول بہ تحقیق چلی آ رہی ہے سب کو اُس کا پابند کرنا کیونکہ کتاب وسنت کی وہ متواتر تحقیق وتشریح صراط مستقیم، دین قیم، طریق حق اور راہِ ہدایت ہے اِس کو قرآن وحدیث کی روشنی میں ملاحظہ کریں۔

(۱) قرآنِ کریم میں ہے :

﴿ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَسَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَ تْ مَصِيْرًا ﴾ (سُورۃ النساء : ۱۱۵)

''جس شخص پر راہِ ہدایت واضح ہوگئی پھر بھی وہ رسول کی مخالفت کرتا ہے اور مؤمنین کے راستے کے خلاف چلتا ہے، ہم (دُنیا) میں اُس کو پھیر دیں گے جدھر وہ پھرتا ہے اور (آخرت) میں اُسے جہنم میں دھکیل دیں گے جو بُرا ٹھکانہ ہے۔''

اِس آیت میں ﴿ وَ يَتَّبِعْ غَيْرَسَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ کا عطف ﴿ يُشَاقِقِ الرَّسُوْلَ ﴾ پر عطف تفسیری ہے جیسا کہ آباؤ اَجداد، پیر ومرشد، حسین وجمیل، سیر وتفریح، ذہین وفطین، دین وشریعت میں ہر دو اِسموں کے مجموعہ میں دُوسرے اِسم کا پہلے پر عطف تفسیری ہے یعنی دُوسرا اِسم پہلے اِسم کی تفسیر ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ دونوں کا مصداق اور دونوں کی مراد ایک ہے، اِسی طرح ﴿ وَ يَتَّبِعْ غَيْرَسَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ کا عطف ﴿ يُشَاقِقِ الرَّسُوْلَ ﴾ پر بھی عطفِ تفسیری ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کی مخالفت

کی تفسیر اور وضاحت یہ ہے کہ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ کی مخالفت کرنا اور سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ کی اِتباع کو چھوڑ کر اُس کے برعکس غیر سبیل المؤمنین کی اِتباع کرنا دَرحقیقت مخالفتِ رسول ہے اور غیرِ رسول کی اِتباع ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے سبیل المؤمنین کی مخالفت کو اور غیر سبیل کی اِتباع کو مخالفتِ رسول قرار دیا ہے تو اِس سے یہ حقیقت اَز خود واضح ہو جاتی ہے کہ سبیل الرسول اور سبیل المؤمنین ایک ہے یا یوں کہیں کہ سبیل المؤمنین سبیل الرسول کی تفسیر ہے پس جو شخص سبیل الرسول کو پہنچاننا اور جاننا چاہتا ہے اور جان کر اُس پر عمل کرنا چاہتا ہے تو اُسے چاہیے کہ وہ سبیل الرسول کی تفسیر اور شرح کو سمجھے اور وہ تفسیر وشرح وہی ہے جس کو خود خدا تعالیٰ نے اپنے کلامِ مقدس میں تفسیر وشرح کے طور پر ذکر کیا ہے یعنی ''سبیل المؤمنین'' اور سبیل المؤمنین سے مراد کسی ایک فرد یا چند اَفراد کا شاذ عقیدہ وعمل نہیں بلکہ مؤمنین کا متواتر ومتوارث عقیدہ وعمل مراد ہے پس سبیل المؤمنین ہی سبیل الرسول کی پہچان اور جان ہے، اِس کے بغیر سبیل الرسول کی پہچان اور اِتباعِ رسول ناممکن ہے کیونکہ سبیل المؤمنین سے جو مختلف راستہ ہوگا اُس کو قرآن نے جہنم کا راستہ بتایا ہے اور یہ آگ کی ایک ایسی رسی ہے جو حَبْلُ الشَّيْطَانْ ہے اِس کا ایک سرا اِس اِنحرافی طبقہ کے ہاتھ میں ہے جو سبیل المؤمنین سے اور اُس کی عظمت واہمیت سے منحرف ہے، دُوسرا سرا جہنم سے مِلا ہوا ہے۔ قرآن کہہ رہا ہے ﴿وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ﴾ ہم سبیل المؤمنین سے اِنحراف کرنے والوں کو جہنم میں داخل کریں گے۔

قارئینِ کرام ! جب ''سبیل المؤمنین'' صراط مستقیم اور سبیل الرسول ہے تو اِس سے اِنحراف فرقہ واریت ہے اور فرقہ واریت کا سد باب یہ ہے کہ اِس اِنحرافی طبقہ کو سبیل المؤمنین کا پابند کیا جائے اگر یہ طبقہ سبیل المؤمنین کا پابند ہو جائے گا تو فرقہ واریت کا دَروازہ بھی بند ہو جائے گا۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے اہلِ اِیمان کو ایک دُعا سکھائی جو نمازوں کے مبارک اَوقات میں بحالت نماز ہر رکعت میں کی جاتی ہے، وہ ہے ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ . صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ ''اے اللہ ! مجھے سیدھے راستہ پر چلا یعنی اُن لوگوں کا راستہ جن پر تو نے اِنعام کیا ہے۔''

اللہ عالم الغیب ہے اُس کو ما کان وما یکون کا علم ہے وہ جانتا تھا کہ آگے جا کر صراطِ مستقیم کا

معاملہ اُلجھ جائے گا، کچھ مادَر پدر آزاد، روشن خیال، آزاد منش، خود رائی کے مریض جدید محققین پیدا ہو جائیں گے وہ قرآن و حدیث کا آزادانہ مطالعہ کر کے اپنی اپنی جدا تحقیق کر کے صراط مستقیم کے کئی نمونے بناڈالیں گے۔ ایک سبیل اللہ کے مقابلہ میں کئی سبیل الشیطان اِیجاد کرلیں گے اور اپنی جدید تحقیق کی بنیاد پر مختلف فرقے بنا کر فرقہ واریت کی آگ بھڑکا دیں گے اِس لیے اللہ تعالیٰ نے اُمتِ محمدیہ کو اِس پریشانی سے بچانے اور نکالنے کے لیے اَصلی صراطِ مستقیم اور نقلی صراطِ مستقیم کے درمیان فرق کرنے کے لیے پہچان بتائی اور پہچان بتا کر تعیین فرمادی۔

فرمایا ﴿ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ﴾ یعنی "صراطِ مستقیم" مُنْعَمْ عَلَیْھِمْ جماعت کا راستہ ہے لہٰذا ہر زمانہ کے مُنْعَمْ عَلَیْھِمْ لوگوں کا جو متواتر راستہ ہے وہ صراطِ مستقیم ہے اور اِس سے کٹا ہوا راستہ فرقہ واریت ہے، جس عقیدہ و عمل پر مُنْعَمْ عَلَیْھِمْ جماعت کی تحقیق و عمل کی مُہر ہے وہ حق ہے اور سچ ہے جس پر مُنْعَمْ عَلَیْھِمْ کی مہر نہیں بلکہ جدید محققین کے آزادانہ نظریات و خیالات ہیں وہ باطل اور جھوٹ ہے۔ پس فرقہ واریت کا خاتمہ اِسی میں ہے کہ سب مُنْعَمْ عَلَیْھِمْ لوگوں کے متواتر طریقہ کو مضبوطی سے پکڑ لیں اور اپنی اپنی آزادانہ تحقیق کو چھوڑ دیں۔

اللہ تعالیٰ نے صراطِ مستقیم کی پہچان یہ نہیں بتائی صراط القرآن و الحدیث یا سبیل القرآن والحدیث بلکہ فرمایا ﴿ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ﴾ اور سبیل المؤمنین۔ اِس لیے کہ قرآن و حدیث کے مطالعہ کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ مُنْعَمْ عَلَیْھِمْ مؤمنین کی تحقیق اور عملی طریق کی روشنی میں مطالعہ ہو اور اُن کی تحقیق و عمل کو بطورِ شرح کے سامنے رکھ کر قرآن و حدیث کا مطالعہ کیا جائے اور جہاں اپنی تحقیق، منعم علیہ کی تحقیق و طریق سے اور سبیل المؤمنین سے ٹکراتی نظر آئے تو ﴿ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ﴾ اور سبیل المؤمنین کی تکذیب کرنے اور اُن پر گمراہی کے فتوے لگانے کی بجائے قرآن و حدیث کے سمجھنے میں اپنے فہم کی کجی اور غلطی دُور کی جائے۔ اُن کو غلط کہنے کے بجائے اپنا منشا غلطی تلاش کر کے اپنی غلطی کو درست کیا جائے۔

دُوسرا طریقہ یہ ہے کہ منعم علیہم کے طریق اور سبیل المؤمنین سے آنکھیں بند کر کے مطالعہ کیا

جائے اور جو کچھ اپنے ذہن میں آتا جائے اور اپنے ذہن میں نقشہ بنتا چلا جائے وہ حرفِ آخر ہے اور وہ اَصل دین ہے، اِس پر ﴿ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ﴾ اور سبیل المؤمنین کو پرکھا جائے اور جہاں دونوں میں تضاد پیدا ہو جائے وہاں منعم علیھم کے متواتر طریق اور سبیل المؤمنین کو غلط اور گمراہی قرار دے دیا جائے اور اپنی جدید تحقیق کو حق اور حق کا محور بنا دیا جائے اِس کا نام ''خود رائی'' ہے جو علاماتِ قیامت میں سے ہے۔

سرورِ کائنات علیہ السلام نے فرمایا قیامت کی علامتوں میں سے ہے اِعْجَابُ کُلِّ ذِیْ رَأْیٍ بِرَأْیِهٖ ہر رائے والا اپنی رائے پر اَکڑ جائے گا۔ آپ علیہ السلام نے ایک دُوسری حدیث میں یہ علامت فرمائی کہ اِس اُمت کے پچھلے لوگ پہلے لوگوں کو برا کہیں گے۔ یہ اَندازِ مطالعہ اور اَندازِ فکر و تحقیق گمراہ کن ہے، بلاشبہ قرآن سرچشمہ ہدایت ہے لیکن طرزِ مطالعہ اور طرزِ فکر کے اِن دو مختلف طریقوں کے اِعتبار سے قرآن ذریعہ ہدایت بھی ہے اور سببِ گمراہی بھی، ﴿ یُضِلُّ بِهٖ کَثِیْرًا وَّ یَهْدِیْ بِهٖ کَثِیْرًا ﴾ (اللہ اِس قرآن کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہت سے لوگوں کو ہدایت دیتا ہے) پس ﴿ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ﴾ میں جہاں صراطِ مستقیم کی پہچان بتائی گئی ہے وہاں براہِ راست قرآن و حدیث سے ہدایت تلاش کرنے اور مطالعہ قرآن کے ذریعے حق سمجھنے والوں کے لیے راہنمائی بھی ہے جو اُوپر عرض کی گئی ہے۔

عربی گرائمر کے لحاظ سے اَلصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ مبدل منہ ہے اور صِرَاطَ الَّذِیْنَ بدل ہے۔ اِن میں سے مبدل منہ مقصود نہیں ہوتا بلکہ بدل مقصود ہوتا ہے اور مبدل منہ کا ذکر بدل سے پہلے بطورِ تمہید کے ہوتا ہے جیسے نماز سے پہلے وضو خود مقصود نہیں ہوتا بلکہ نماز کے لیے تمہید ہوتا ہے، سو ﴿ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ﴾ کو بدل کی صورت میں ذکر کر کے بتا دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقصود اور مقبول منعم علیم کا طریق ہے اِس لیے کہ وہی دَراصل سبیل اللہ، سبیل الرسول اور سبیل المؤمنین ہے، اِس سے اِنحراف سبیلِ خدا اور سبیلِ رسول سے اِنحراف ہے اور یہی فرقہ واریت ہے لہٰذا منعم علیھم کے طریق اور سبیل المؤمنین سے ہٹ جانا اور اُس سے کٹ جانا فرقہ واریت ہے۔ اگر فرقہ واریت سے بچنا اور

فرقہ واریت کو ختم کرنا ہے تو منعم علیہم کے طریق سے جڑ جائیں۔

(۳) سرورِ کائنات ﷺ کا اِرشادِ گرامی ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَجْمَعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ (ترمذی) پکی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ میری اُمت کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا۔ لہٰذا اُمت کا متواتر و متفقہ راستہ جو شروع سے چلا آرہا ہے اور اُمتِ مسلمہ میں تواتر سے چلتا رہا ہے وہ حق ہے اُس سے ہٹے اور کٹے ہوئے راستے باطل ہیں اور اَن گنت ہیں لہٰذا سب کو اِسی ایک راستہ پر چلنا چاہیے تاکہ ہم بھی ایک ہوجائیں اور جدید تحقیقات کر کے نئے نئے راستے نکالنا چھوڑ دیں کہ یہ باطل اور وحدتِ اُمت کے لیے سمِ قاتل ہیں۔

(۴) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ خَطَّ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ خَطًّا ثُمَّ قَالَ (ھٰذَا سَبِیْلُ اللّٰہِ) ثُمَّ خَطَّ خُطُوْطًا عَنْ یَّمِیْنِہٖ وَ عَنْ شِمَالِہٖ ، وَ قَالَ (ھٰذِہٖ سُبُلٌ، عَلٰی کُلِّ سَبِیْلٍ مِنْھَا شَیْطَانٌ یَدْعُوا اِلَیْہِ) وَقَرَأَ ﴿ وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ وَلَا تَتَّبِعُ السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِہٖ. ﴾ (مشکوۃ شریف رقم الحدیث ۱۶۶)

''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے سامنے ایک لکیر کھینچی اور اُس کی طرف اِشارہ کر کے فرمایا یہ اللہ کا راستہ ہے پھر آپ ﷺ نے اُس خط کے دائیں بائیں کئی لکیریں کھینچ کر فرمایا یہ کئی راستے ہیں اِن میں سے ہر راستے پر ایک شیطان ہے جو اُسی کی طرف دعوت دیتا ہے پھر آپ ﷺ نے قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی (ترجمہ) اور بے شک یہ میرا راستہ ہے اِس پر چلو اور دُوسرے راستہ پر مت چلو (اگر اِن راستوں پر چلو گے) تو راہِ خدا سے کٹ جاؤ گے (اِس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ سبیل اللہ پر چلنے والے قافلۂ حق سے بھی کٹ جاؤ گے اور شاہراہِ حق سے بھی۔ اور صراطِ مستقیم کے خط سے ہٹا اور کٹا ہوا راستہ سبیل اللہ نہیں بلکہ سبیل الشیطان ہے اور اِس سبیل اللہ کو چھوڑ کر سبیل الشیطان پر چلنا فرقہ واریت ہے اور شیطنت ہے)۔''

اِس فرقہ واریت کا یہ علاج نہیں کہ اِن کو آزاد چھوڑ دیا جائے بلکہ حکومت اِن کو قانون کے شکنجہ میں کس کر اِن کے بل کس نکال کر سبیل الرحمٰن کی طرف لائے ، بصورتِ دیگر علماءِ حق کا فرض ہے کہ وہ فرقہ واریت کی حقیقت کھول کر اُس کے پھیلاؤ کو روکیں نیز وہ سبیل الرحمٰن اور سبیل الشیطان یعنی راہِ حق اور راہِ باطل ،صراطِ مستقیم اور فرقہ واریت کے درمیان فرق واضح کر کے اُن کی پہچان کرا کر عوام الناس کو فرقہ واریت سے بچائیں اور صراطِ مستقیم کی شاہراہ پر چلائیں۔

عجیب بات ہے کہ حکومت اپنے باغی کو تو معاف نہیں کرتی اِس کے لیے دو ہی راستے ہیں وفادار بن جائے یا تختہ دار پر لٹک جائے لیکن خدا کا باغی جو اللہ اور سبیل اللہ کو چھوڑ کر اُس کے مقابلہ میں سبیل الشیطان کو اِختیار کر لے اُس کے لیے معافی کیوں ؟ وہ آزاد کیوں ؟ اور اُس کے لیے اِعزاز واِنعام کیوں ؟ ہونا تو یہ چاہیے کہ جتنا کوئی بڑا باغی ہے وہ اُتنا بڑا مجرم ہے، اُس کی سزا بھی اُتنی سخت ہو، لیکن ہو یہ رہا ہے کہ اپنے باغی کے لیے تو تختہ ہے اور اللہ و سبیل اللہ کے باغی کے لیے تخت ہے۔بس علماء کا قصور یہ ہے کہ وہ اپنے دُشمن کو تو معاف کر دیتے ہیں مگر فرقہ واریت پیدا کرنے اور فرقہ واریت پھیلانے والے اللہ کے باغی و غدار کے لیے معافی کے رَوادار نہیں، وہ بھی اِس لیے کہ علماء اللہ کے سپاہی ہیں اُن کا فرض ہے کہ وہ حدودِ دین کی حفاظت کریں اور حفاظت کر کے قیامت کے روز اللہ کے ہاں سُرخرو ہو جائیں اور آگ کی لگام پہننے سے بچ جائیں۔

راقم الحروف کے اِن سارے معروضات کا خلاصہ شاعرِ مشرق علامہ اِقبال کا یہ شعر ہے ؎

ز اِجتہاد عالماں کوتاہ نظر
اِقتداءِ رفتگاں محفوظ تر

''کوتاہ نظر علماء کے نئے اِجتہاد سے گزرے ہوئے ماہرینِ شریعت کی تقلید و اِقتداء میں دین و اِیمان کی زیادہ حفاظت ہے۔''

(جاری ہے)

قسط : ۷

اِسلامی معاشرت

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری، اِنڈیا ﴾

نکاح کرتے وقت کن باتوں کا خیال رہے ؟

تِلک :

غیر مسلموں کی جن بیہودہ رسموں نے ہمارے معاشرہ میں جگہ پکڑی ہے اُن میں ایک نہایت رذیل اور گھٹیا رسم ''تلک'' کی ہے جس میں نہایت بے غیرتی، بے شرمی اور بے حیائی کے ساتھ لڑکے والے لڑکی والوں سے معقول رقم کے طالب ہوتے ہیں اور دُنیوی ساز و سامان وغیرہ کی فرمائشوں کی تکمیل پر رشتہ موقوف رہتا ہے۔ اِس غیر اِنسانی اور نامعقول رواج نے آج سینکڑوں نہیں ہزاروں مسلم بچیوں اور جوان لڑکیوں کو گھروں میں بلا شادی گھٹ گھٹ کر زندگی گزارنے پر مجبور کر دیا ہے۔ کتنے ایسے غریب ماں باپ ہیں جن کی راتوں کی نیندیں اِس فکر میں اُڑ جاتی ہیں کہ وہ کیسے اپنی عزیز بچیوں کے لیے تلک وغیرہ کا اِنتظام کریں اور اپنے فرض سے سبکدوشی حاصل کریں۔ تلک سے بڑھ کر لالچ، طمع اور کمینہ پن کی کوئی مثال نہیں ہوسکتی، اِس رسم کا دین و شریعت سے کوئی تعلق نہیں ہے، یہ سراسر ظلم ہے، نااِنصافی ہے اور اِس کا نتیجہ کسی کے لیے بھی بہتر صورت میں برآمد نہیں ہوسکتا، حدیث میں آتا ہے کہ

''جو شخص کسی عورت سے مال و دولت کی بنا پر نکاح کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ سوائے اُس کے فقر و فاقہ کے کسی شے میں اِضافہ نہیں فرماتا۔'' (مجمع الزوائد ۴/۲۵۴)

''تلک'' مسلم معاشرہ کے لیے ایک رِستا ہوا ناسور ہے۔ اِس رسم نے صرف لڑکی کے لیے ہی ذلت کے اَسباب فراہم نہیں کیے بلکہ یہ پوری قوم کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہے۔ اِسلام جیسا مقدس اور پاکیزہ دین اِن خرافات کا متحمل ہرگز نہیں ہوسکتا اور نہ کسی حاملِ دین و شریعت سے یہ اُمید کی جاسکتی ہے کہ وہ اِس رسم پر عمل کر کے اپنی قوم کے لیے بے عزتی کا سامان مہیا کرے۔

جہیز :

جہیز کے مروجہ طریقے اور اُس کے اَثرات کے مفاسد بھی تلک کے مفاسد سے کسی طرح کم نہیں ہیں، یہاں دو چیزیں اَلگ اَلگ ہیں: ایک تو لڑکی کے والدین کا اپنی خوشی سے بلا دِکھاوے، بلا جبر اور بلا مطالبہ کے وسعت کے مطابق اپنی بچی کو کچھ ضرورت کی چیزیں دینا ہے، اِس حد تک یہ اَمر بلاشبہ جائز ہے جیسا کہ منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو رُخصتی کے وقت کچھ چیزیں مرحمت فرمائی تھیں (بہشتی زیور) لیکن دُوسری چیز جو آج کل رائج ہے وہ یہ کہ لڑکے والوں کی طرف سے صراحۃً یا دَلالۃً اِس کا مطالبہ ہوتا ہے کہ لڑکی زیادہ سے زیادہ جہیز لے کر آئے۔ اور اگر بدنصیبی سے لڑکی شرط کے مطابق یا خواہش کے موافق جہیز نہ لے کر آئے تو سسرال میں اُس کے ساتھ سوتیلا سلوک برتا جاتا ہے، بات بات پر اُسے طعنے دیے جاتے ہیں اور گھر کے اَفراد کی طرف سے اُس کی توہین وتذلیل کی جاتی ہے، یہ صورتِ حال تلک کی رسم سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے اور بڑی کم ظرفی اور چھچھورے پن کی بات ہے کہ محض اِس وجہ سے لڑکی کی ناقدری کی جائے کہ اُس کے والدین زیادہ جہیز دینے کی وسعت نہیں رکھتے۔

کثرتِ جہیز اور اُس کے دِکھاوے کی وباء آج ہمارے معاشرہ کی پستی کی نشانی بن چکی ہے، بے شمار لڑکیاں جہیز کا اِنتظام نہ ہونے کی بناء پر گھروں میں بیٹھ کر عمریں گنوار ہی ہیں، کتنی ہی شادیاں جہیز کی کمی کے باعث ناکام ہو چکی ہیں اور کتنے غریب اور متوسط طبقہ کے لوگ جہیز کی تیاری میں سودی قرضوں کے بوجھ میں دبے پڑے ہیں اور اپنی جائیدادیں اور سرمایہ جات اِس قبیح رسم ورواج کی تکمیل میں گنوا چکے ہیں۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ یہ مال ودولت سے محبت مسلمانوں کا اِمتیاز ہے یا اُن غیر مسلموں کا جن کے نزدیک دُنیوی اَسباب وسامان ہی مقصودِ زندگی ہے اور جن کے یہاں جہیز کی کمی پر عورتوں کا خود جل جانا پرانا معمول ہے۔ اگر ہمارے معاشرہ کی بھی یہی صورتِ حال رہی تو خدانخواستہ ہمارے اَندر بھی عورتوں کی خودسوزی کی وباء پھیل جائے گی۔ (باقی صفحہ ۵۸)

اربعین حدیثا فی فضل سورة الاخلاص
قسط : ۷

فضائلِ سورۂ اِخلاص

﴿ الشیخ محمد یوسف بن عبداللہ الارمیونی ، مترجم مولانا قاری عبدالحفیظ صاحب ﴾

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمة اللہ علیہ (م:۹۱۱ھ) کے شاگرد حضرت علامہ یوسف بن عبداللہ بن سعید الحسینی الارمیونی رحمة اللہ علیہ (م : ۹۵۸ھ) کی تصنیف ''اربعین حدیثا فی فضل سورة الاخلاص'' جو سورۂ اِخلاص کی فضیلت پر چالیس اَحادیث نبویہ پر مشتمل ہے، اِس کا اُردو ترجمہ جامعہ مدنیہ لاہور کے شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالحمید صاحب رحمة اللہ علیہ (م : ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء) کے فرزندِ اَرجمند حضرت مولانا قاری عبدالحفیظ صاحب نے کیا ہے جس کی اِفادیت کے پیش نظر اِسے نذرِ قارئین کیا جا رہا ہے۔ (اِدارہ)

ڈیڑھ ہزار نیکیاں :

(۲۸) عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ قَرَأَ ﴿ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ﴾ کُلَّ یَوْمٍ مِائَتَیْ مَرَّةٍ کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ اَلْفًا وَ خَمْسَ مِأَةِ حَسَنَةٍ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ عَلَیْہِ دَیْنٌ.'' (مُسند اَبی یعلٰی ۳۳۶۵)

''حضرت اَنس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا جو شخص روزانہ دو سو مرتبہ (سورۂ) ﴿ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ﴾ پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کے لیے ڈیڑھ ہزار نیکیاں لکھیں گے بشرطیکہ وہ مقروض نہ ہو۔''

(۲۹) عَنْ حُذَیْفَةَ بْنِ الْیَمَانِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ''مَنْ قَرَأَ ﴿ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ﴾ اَلْفَ مَرَّةٍ فَقَدِ اشْتَرٰی نَفْسَہٗ مِنَ اللّٰہِ.''[۱]

---

[۱] جمع الجوامع ج ۱ ص ۸۲۱

''حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کسی نے (سورۂ) ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ کو ایک ہزار بار پڑھا تو گویا اُس نے اپنے نفس کو اللہ سے خرید لیا۔''

یومِ عرفہ میں پڑھنے کی فضیلت :

(۳۰) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ قَرَأَ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ اَلْفَ مَرَّةٍ اَعْطَاهُ مَاسَأَلَ. (جمع الجوامع للسیوطی ج ۱ ص ۸۲۲)

''حضرت اِبن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا جس شخص نے یومِ عرفہ کی شام ایک ہزار بار (سورۂ) ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ کو پڑھا تو اللہ تعالیٰ اُس کی ہر دُعا قبول فرمائیں گے۔''

(۳۱) عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ قَرَأَ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ مَرَّةً بُوْرِكَ عَلَيْهِ وَعَلٰی اَهْلِهٖ ، فَاِنْ قَرَأَهَا ثَلَاثًا بُوْرِكَ عَلَيْهِ وَعَلٰی اَهْلِهٖ وَجِيْرَانِهٖ فَاِنْ قَرَأَهَا اِثْنَتَیْ عَشَرَةَ مَرَّةً بَنَی اللّٰهُ لَهٗ قَصْرًا فِی الْجَنَّةِ وَتَقُوْلُ الْحَفَظَةُ : اِنْطَلِقُوْا بِنَا نَنْظُرْ اِلٰی قَصْرِ اَخِيْنَا فَاِنْ قَرَأَهَا مِأَةَ مَرَّةٍ كَفَّرَ اللّٰهُ عَنْهُ ذُنُوْبَ خَمْسٍ وَّعِشْرِيْنَ سَنَةً مَا خَلَا الدِّمَاءِ وَالْاَمْوَالِ وَاِنْ قَرَأَهَا ثَلٰثَ مِأَةِ مَرَّةٍ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ اَجْرَ اَرْبَعِ مِأَةِ شَهِيْدٍ كُلٌّ قَدْ عُقِرَ جَوَادُهٗ وَاُرِيْقَ دَمُهٗ وَاِنْ قَرَأَهَا اَلْفَ مَرَّةٍ لَمْ يَمُتْ حَتّٰی يَرٰی مَكَانَهٗ فِی الْجَنَّةِ اَوْ يُرٰی لَهٗ . (جمع الجوامع ج ۱ ۸۲۱ ، تفسیر قرطبی ج ۸ ص ۸۳۴۰ ، رواه ابن عساکر فی تاریخه و رواه الحافظ ابو محمد الحسن بن احمد السمرقندی فی فضائل ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ بنحوه واللّٰه اعلم)

''حضرت اَنس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا جس کسی نے (سورۂ) ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ ایک بار پڑھی تو اُس پر برکت نازل

ہوگی اور جس کسی نے اِسے دو مرتبہ پڑھا تو اُس پر اور اُس کے اہل وعیال پر برکت نازل ہوگی اور اگر کسی نے اِسے تین بار پڑھا تو اُس پر اُس کے اہل وعیال پر اور اُس کے پڑوسیوں پر بھی برکت نازل ہوگی اور اگر بارہ مرتبہ پڑھا تو اللہ تعالیٰ اُس کے لیے جنت میں محل بناتے ہیں اور فرشتے آپس میں کہتے ہیں چلو اپنے بھائی کا محل چل کر دیکھیں اور اگر کسی نے سو مرتبہ اِسے پڑھا تو اُس کے پچیس سال کے گناہ علاوہ قتل اور چوری کے معاف کر دیے جائیں گے اور اگر تین سو مرتبہ پڑھا تو اللہ تعالیٰ اُس کے لیے ایسے چار سو شہیدوں کا ثواب لکھیں گے جن کے گھوڑوں کی ٹانگیں کاٹ دی گئیں اور اُنہیں ہلاک کر دیا گیا ہو اور اگر ہزار مرتبہ پڑھا تو اُسے اُس وقت تک موت نہیں آئے گی جب تک اپنا مکان جنت میں نہ دیکھ لے یا اُسے دِکھا نہ دیا جائے۔''

گھر میں داخل ہوتے وقت پڑھنے کی فضیلت :

(۳۲) عَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ الْبَجَلِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ''مَنْ قَرَأَ ﴿ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ﴾ حِیْنَ یَدْخُلُ مَنْزِلَہٗ نُفِیَ الْفَقْرُ عَنْ اَھْلِ ذٰلِكَ الْمَنْزِلِ وَالْجِیْرَانِ. '' (معجم الطبرانی ج ۲ ص ۳۴۰)

''حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا جس کسی نے گھر میں داخل ہونے کے وقت ﴿ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ﴾ کو پڑھا تو اُس کے گھر اور پڑوس والوں سے فقر کو دُور کر دیا جائے گا۔''

(جاری ہے)

قسط : ۳ ، آخری

ڈیجیٹل تصویر
دارُ العلوم دیوبند کا مؤقف اور فتاوٰی

﴿ حضرت مولانا مفتی زین الاسلام صاحب قاسمی اِلٰہ آبادی، اِنڈیا ﴾

زیرِ نظر فتاوٰی ڈیجیٹل تصویر کے بارے میں ہیں جو اَزہر الہند دارُ العلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور سے جاری کیے گئے ہیں، مذکورہ بالا دونوں اِداروں کے حضراتِ مفتیانِ کرام نے ڈیجیٹل تصویر کو بھی ممنوع تصویر کے حکم میں داخل کر کے اُس کے ناجائز و حرام ہونے کا فتوی دیا ہے، عام مسلمانوں کے فائدے کے پیشِ نظر مندرجہ ذیل فتاوٰی شائع کیے جا رہے ہیں۔ (اِدارہ)

ڈیجیٹل تصویر اور آلاتِ تصویر سازی کی مرمت کو پیشہ بنانے کا حکم :

محترم المقام قابلِ اِحترام حضرت مفتی صاحب زید مجدکم

اَلسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ !

سوال : بعدۂ عرض خدمت اَقدس میں یہ ہے کہ زید کیمرہ مکینک ہے اور تقریباً 48 سال سے کیمروں کی مرمت کرتا ہے تو کیا یہ کام درست ہے یا نہیں ؟

واضح رہے کہ اَب اِس جدید دور میں کیمروں میں یہ فرق ہو گیا ہے کہ پرانے کیمروں میں رِیل اور فلم ڈالی جاتی تھی پھر فوٹو کھینچا جاتا تھا، اِس کے بعد اُس کو دھو کر تصویر بنتی تھی لیکن اَب ڈیجیٹل کیمرے آگئے ہیں جن میں فلم نہیں ہوتی بلکہ یہ عکس کو اِلیکٹرونک طریقہ سے جذب کرتے ہیں اور کیمرہ پروسس (محفوظ) کر کے آپ کو یہ کیمرہ اسکرین پر تصویر دِکھاتا ہے۔

آج جیسا کہ تصویر اور فوٹو کی ضرورت سے مطلقاً اِنکار نہیں کیا جاسکتا کیونکہ موقع بموقع فوٹو کی شدید ضرورت پیش آتی رہتی ہے مثلاً سرکاری آفسوں میں ملازمتوں، بینکوں، مدارس اور کالج کے فارموں میں، شناختی کارڈ اور حج کی درخواستوں میں وغیرہ وغیرہ، اِسی طریقہ سے پریس اور میڈیا والے حادثے کی تصویر کو بطورِ ثبوت پیش کرتے ہیں نیز ڈاکٹر حضرات بھی زخموں کے علاج میں نیز دیگر بیماریوں مثلاً دانتوں اور آنکھوں کے علاج میں اور پیٹ کے اَندرونی علاج میں بھی کیمروں کا اِستعمال کرتے ہیں، اِسی طریقہ سے ریلوے اسٹیشنوں اور ہوائی اَڈوں پر لوگوں کی نقل وحرکت پر نظر رکھنے کے لیے بھی کیمروں کا اِستعمال ہوتا ہے، اِس کے ساتھ ساتھ R&D جو حکومت کا ایک حساس اِدارہ ہے جو نہ صرف عوام بلکہ پورے ملک کی حفاظت کے لیے کام کرتا ہے اُس میں بھی کیمروں کی ضرورت پڑتی ہے اور اِس شعبہ کے کیمروں کی مرمت کا کام بھی زید کے سپرد ہے۔

اَب ایسی صورتِ حال اور ایسے مواقع کہ جن میں فوٹو کی شدید ضرورت پڑتی ہے اور شرعاً ایسے مواقع میں فوٹو کی اِجازت بھی ہے تو کیا اِن حالات میں زید کے لیے کیمروں کی مرمت کرنا درست ہے یا نہیں ؟ نیز زید کے لیے کیمروں کی مرمت پر حاصل ہونے والی اُجرت اور کمائی حلال ہوگی یا نہیں ؟ واضح رہے کہ زید صرف کیمروں کی مرمت کرتا ہے، فوٹو گرافی اور فوٹو سازی وغیرہ کا کام نہیں کرتا ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ اُصولِ شرع کی روشنی میں مفصل جواب تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

اَلمستفتی شیخ محمد غوث، کیمرہ ٹیکنیشن

۱۶ ربیس مینٹ ایم جی روڈ، وَنڈر لینڈ، پونہ ۴۱۱۰۰۱

۱۳ ر جمادی الثانی ۱۴۳۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب وباللہ التوفیق : حامدًا و مصلیًا و مسلمًا !

شریعتِ اِسلامیہ میں جاندار کی تصویر سازی اور تصویر بنانا خواہ ڈیجیٹل کیمرے کے ذریعے ہو یا دُوسرے کسی قسم کے کیمروں کے ذریعے، تصویر چاہے چھوٹی ہو یا بڑی، بہرصورت ناجائز اور حرام ہے، اِس مسئلے میں اَحادیثِ رسول علیہ السلام

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِیِّ ﷺ یَقُوْلُ: " اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللّٰہِ الْمُصَوِّرُوْنَ "(صحیح البخاری: رقم:5950، باب عذاب المصورین یوم القیامۃ)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ: کُلُّ مُصَوِّرٍ فِی النَّارِ. (مشکوۃ المصابیح رقم الحدیث : ۴۴۹۸)

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ :اِنَّ الَّذِیْنَ یَصْنَعُوْنَ ھٰذِہِ الصُّوَرَ یُعَذَّبُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یُقَالُ لَھُمْ اَحْیُوْا مَا خَلَقْتُمْ. (بخاری شریف رقم :۵۹۵۱ باب عذاب المصورین یوم القیامۃ)

اَفعالِ صحابہ اور عباراتِ اَکابرِ اُمت موجود ہیں۔ نیز آپ کی یہ تحقیق کہ

''اِس جدید دور میں کیمروں میں فرق ہو گیا ہے کہ پرانے کیمروں میں رِیل اور فلم ڈالی جاتی تھی پھر فوٹو کھینچتا تھا اِس کے بعد اُس کو دھو کر تصویر بنتی تھی لیکن اَب ڈیجیٹل کیمرے آگئے ہیں جن میں فلم نہیں ہوتی بلکہ یہ عکس کو اِلیکٹرونک طریقے سے جذب کرتے ہیں۔''

یہ تحقیق اور آپ کا یہ نظریہ اپنی جگہ پر ٹھیک ہے لیکن آپ کی اِس تحقیق سے نفسِ مسئلہ پر کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ یہ بات مسلّم ہے کہ کسی شے کے حلال یا حرام ہونے میں اُس کے ذرائع و آلات کا کوئی اِعتبار نہیں، اگر کوئی چیز حرام ہے تو اُس کا وجود ہاتھوں سے ہوا ہو یا سانچوں اور مشینوں کے

ذریعے، اگر وہ حرام ہے تو اِختلافِ آلات کی بنا پر اُس میں کوئی فرق نہیں آتا مثلاً: شراب چاہے دیسی مٹکوں میں بنائی جائے یا جدید آلات ومشینوں کے ذریعے، بہرصورت اگر اُس میں نشہ ہے تو حرام کہا جائے گا، اِسی طرح اگر کوئی شخص کسی کو آلۂ جارحہ سے قتل کرے یا گولی مار کر قتل کرے یا پھانسی پر لٹکا کر جان لے یا زہر کھلا کر یا کرنٹ لگا کر یا زہر کا اِنجکشن دے کر مارے، اِن سب صورتوں کو قتل ہی کہیں گے، لہٰذا تصویر سازی جو کہ حرام ہے وہ کسی بھی ذریعے سے ہو حرام ہوگی اور جس طرح کاغذ پر اُترنے کے بعد یہ تصویر حرام ہے اِسی طرح جس وقت اُس کے اَصل کو کیمرے کی ڈسک میں محفوظ کیا جارہا ہو تو عملاً اُس کا حکم بھی تصویر محرم کا حکم ہوگا چاہے محفوظ ہونے والی شکل اِبتداءً ذرات کی شکل میں ہی کیوں نہ ہو۔

وفی التوضیح: قال إصحابنا وغیرهم: تصویر صورة الحیوان حرام أشد التحریم وهو من الکبائر وسواء صنعه لما یمتهن أو لغیره فحرام بکل حال؛ لأن فیه مضاهاة لخلق الله، وسواء کان في ثوب أو بساط أو دینار أو درهم أو فلس أو إناء أو حائط...... وبمعناه قال جماعة العلماء مالك والثوري وأبوحنیفة وغیرهم رحمهم (عمدة القاری). (عمدة القاري شرح البخاری: 309/10، باب عذاب المصورین یوم القیامة. (ط:دارالطباعة العامرة).

وکذا فی الفتاوی الهندیة: 359/5 وکذا فی البدائع:116/1 وکذا في الدّرمع الرّد:409/2، مطلب: إذا تردد الحکم بین سنة وبدعة وکذا ذکر العلامة النووي في شرحه علی صحیح مسلم:99/2(النووی علی مسلم : 199/2، باب تحریم تصویر صورة الحیوان، ط:رحیمیه دیوبند)

نیز تصویر سازی کی حرمت کے متعلق کم وبیش چالیس حدیثیں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہیں اور تمام کی تمام مطلق تصویر کے متعلق ہیں (کسی بھی ذریعے سے تصویر تیار کی جائے) اِس کے برعکس تصویر کے جواز کی کوئی روایت نہیں ملتی، نیز حضور اَکرم ﷺ کے اَقوال واَفعال کا، صحابہ کرامؓ سے بڑھ کر کوئی شارح نہیں ہوسکتا، یہ حضرات آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حقیقی رمز شناس اور ہر قول

وفعل کے عینی شاہد ہیں، اِن حضرات نے بھی تصویر سے متعلق تمام اَحادیث سے یہی مفہوم اَخذ کیا ہے کہ یہ اِرشادات ہر قسم کی تصاویر سے متعلق ہیں اور ہمیشہ کے لیے ہیں چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نصارٰی کی دعوت یہ فرما کر رَد کردی کہ تمہارے یہاں تصویریں ہوتی ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت اَبوالہیاج اَسدیؒ کو بھیجا کہ شہر میں تمام تصاویر مٹادیں اور فرمایا کہ مجھے بھی آپ ﷺ نے اِس مہم پر بھیجا تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک مکان میں تصویر دیکھ کر دروازے سے لوٹ آئے۔

(یہ سب واقعات بخاری و مسلم میں مذکور ہیں)

حضراتِ اَکابرؒ کی تصریحات سے بھی یہی تائید ہوتی ہے کہ کسی بھی طریقے سے تصویر کھینچی جائے، وہ تصویر ہی کے حکم میں ہے اور اُس پر تصویر ہی کے اَحکام مرتب ہوں گے چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب عثمانیؒ بانی دارُالعلوم کراچی عکس اور فوٹو کے درمیان فرق کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :

''سب سے بڑا فرق دونوں میں یہی ہے کہ آئینہ وغیرہ کا عکس پائیدار نہیں ہوتا اور فوٹو کا عکس مسالہ لگا کر قائم کرلیا جاتا ہے پس وہ اُسی وقت تک عکس ہے جب تک اُسے مسالے سے قائم نہ کیا جائے اور جب اِس کو کسی طریقے سے قائم و پائیدار کرلیا جائے وہی تصویر بن جاتا ہے۔'' (آلاتِ جدیدہ کے شرعی اَحکام ص ۱۴۱، طبع مکتبہ رضوان شاہ، دہلی)

دُوسری جگہ مفتی اعظم محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں :

''حاصل یہ ہے کہ عکس جب تک مسالہ وغیرہ کے ذریعے سے پائیدار نہ کرلیا جائے اُس وقت تک وہ عکس ہے اور جب اُس کو کسی طریقے سے قائم و پائیدار کرلیا جائے تو وہی تصویر بن جاتا ہے اور عکس اپنی حد سے گزر کر تصویر کی صورت اِختیار کرے گا، خواہ وہ مسالے کے ذریعے ہو یا خطوط و نقوش کے ذریعے اور خواہ یہ فوٹو کے شیشے پر ہو یا آئینہ وغیرہ شفاف چیزوں پر، اِس کے سارے اَحکام وہی ہوں گے جو تصویر کے

متعلق ہیں۔'' (آلاتِ جدیدہ کے شرعی اَحکام ص ۱۴۲، طبع مکتبہ رضوان شاہ دہلی)

اِسی طرح حضرت مولانا مفتی رشید اَحمد صاحب رحمہ اللہ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اِس کو عکس کہنا بھی صحیح نہیں، اِس لیے کہ عکس اَصل کے تابع ہوتا ہے اور یہاں اصل کی موت کے بعد بھی اُس کی تصویر باقی رہتی ہے۔'' (احسن الفتاوی: ۹/ ۸۹)

دُوسری جگہ مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

''تصویر اور عکس دو بالکل متضاد چیزیں ہیں، تصویر کسی چیز کا پائیدار اور محفوظ نقش ہوتا ہے، عکس ناپائیدار اور وقتی نقش ہوتا ہے، اَصل کے غائب ہوتے ہی اُس کا عکس بھی غائب ہو جاتا ہے، ویڈیو کے فیتے میں تصویر محفوظ ہوتی ہے جب چاہیں جتنی بار چاہیں ٹی وی کی اسکرین پر اُس کا نظارہ کر لیں اور یہ تصویر تابع اَصل نہیں بلکہ اُس سے بالکل لاتعلق اور بے نیاز ہے، کتنے لوگ ہیں جو مر کھپ گئے، دُنیا میں اُن کا نام ونشان نہیں مگر اُن کی متحرک تصاویر ویڈیو کیسٹ میں محفوظ ہیں، ایسی تصویر کو کوئی بھی پاگل عکس نہیں کہتا، صرف اِتنی سی بات کو لے کر کہ ویڈیو کے فیتے میں ہمیں تصویر نظر نہیں آتی، تصویر کے وجود کا اِنکار کر دینا کھلا مغالطہ ہے۔'' (احسن الفتاوی ۸/ ۳۰۲)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ کا ایک فتوی ''تصویر اور سی ڈی کے شرعی اَحکام'' میں اِن الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے :

''ٹی وی اور ویڈیو فلم کا کیمرہ جو تصویریں لیتا ہے وہ اگرچہ غیر مرئی ہیں لیکن تصویر بہرحال محفوظ ہے اور اِس کو ٹی وی پر دیکھا اور دِکھایا جاتا ہے اِس کو تصویر کے حکم سے خارج نہیں کیا جا سکتا، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہاتھ سے تصویر بنانے کے فرسودہ نظام کے بجائے سائنسی ترقی نے تصویر سازی کا ایک دقیق طریقہ اِیجاد کر لیا ہے، تصویر تو حرام ہی رہے گی۔'' (تصویر اور سی ڈی کے شرعی احکام: ص ۹۴)

قدیم زمانے میں تصویر ہاتھ سے بنتی تھی پھر کیمرے کی اِیجاد نے اُس قدیم طریقے میں ترقی

کی اور تصویر ہاتھ کے بجائے مشین سے بننے لگی، اَب اِس عمل میں نئی نئی سائنسی اِیجادات نے مزید ترقی کی اور جدت پیدا کی اور جامد و ساکن تصویر کی طرح اَب چلتی پھرتی، دوڑتی بھاگتی تصویر کو محفوظ کیا جانے لگا، یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اِس کو قرار و بقا نہیں ہے، اگر اِس کو بقاء نہ ہوتی تو ٹی وی اسکرین پر نظر کیسے آتی۔

بہر حال اِن اِقتباسات سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ کسی جاندار کا مطلق عکس محفوظ کرنا خواہ وہ کسی بھی طریقے پر ہوا گر اُس میں اِستقلال و اِستقرار پیدا ہو جائے کہ جب چاہیں اُس کو دیکھ سکیں تو یہ تصویر سازی میں داخل ہوگا اور اُس پر تصویر سازی کے اَحکامات مرتب ہوں گے۔

نیز حضراتِ اَکابرؒ میں جن کے سامنے بھی حفظِ عکس کی یہ جدید صورت اور ترقی یافتہ شکل سامنے آئی، اُنہوں نے بھی عکس کی مذکورہ حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اُس کے تصویر ہونے کا ہی حکم دیا، اِسی طرح اگر کوئی چیز منافع و مفاسد پر مشتمل ہوتی ہے تو اُس میں غالب ہی کا اِعتبار ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے شراب اور جوئے کے متعلق اِرشاد فرمایا :

﴿ وَاِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا ﴾ (سُورة البقرة : ۲۱۹)

اور فقہ کا بھی قاعدہ ہے کہ :

درء المفاسد أولٰی من جلب المصالح ، فإذا تعارضت مفسدة و مصلحة قدم دفع المفسدة غالبًا. (الأشباه و النظائر)

ٹھیک ہے کہ بعض موقعوں پر فوٹو کی شدید ضرورت ہوتی ہے اور ضرورتِ شدیدہ کے موقع پر فقہاءِ کرام و مفتیانِ عظام نے قاعدہ " الضرورات تبیح المحظورات " کے پیش نظر فوٹو کی اِجازت بھی دی ہے لیکن چونکہ کیمروں کا اِستعمال غالبًا و عامۃً غلط اور ناجائز کاموں کے لیے ہوتا ہے، اِس لیے صرف کیمروں کی مرمت کرنا کراہت سے خالی نہیں ہے اور اُس سے حاصل ہونے والی آمدنی کو بے غبار اور پاک صاف نہیں کہا جا سکتا، اِس لیے آپ کو چاہیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اِرشاد گرامی ﴿ يٰاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ﴾ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے حلال اور پاک وصاف کاروبار کی تلاش جاری رکھیں، جب تک جائز و حلال کاروبار نہ مِل سکے، تب تک بادلِ ناخواستہ اِسی

کام کو کرتے رہنے کی گنجائش ہے، ساتھ ساتھ توبہ اِستغفار کرتے رہیں اور حلال کاروبار میسر آجانے کے بعد اِس کام سے بالکلیہ کنارہ کشی اِختیار کرلیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر

زین الاسلام قاسمی اِلٰہ آبادی (نائب مفتی دارُالعلوم دیوبند)

۳؍رجب المرجب ۱۴۳۲ھ

اَلجواب صحیح

محمود حسن بلندشہری غفرلہ ، فخرالاسلام

حبیب الرحمٰن عفا اللہ عنہ ، وقار علی

بقیہ : اِسلامی معاشرت

کاش معاشرہ کے بااَثر اور باحیثیت لوگ اِس مسئلہ کی سنگینی کا سنجیدگی سے جائزہ لیں اور خود اِس ''کثرتِ جہیز'' کے عمل سے پرہیز کریں تاکہ دُوسروں کو بھی حوصلہ ملے اور اِس وباء کے اَثرات کم ہو سکیں، اِس سلسلہ میں اِخلاص کے ساتھ جہدِ مسلسل کی ضرورت ہے۔

اِس مشورے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ لڑکی کے والدین کو بیٹی کے ساتھ حسنِ سلوک کا حق نہیں بلکہ اَصل جس چیز پر بند لگانا ہے وہ لڑکے والوں کا جہیز کا لالچ کرنا ہے۔ لڑکے والوں کو سوچنا چاہیے کہ اُنہیں لڑکی دی جارہی ہے اِس کے مقابلہ میں دُنیوی ساز وسامان کی کیا حیثیت ہے۔ نکاح میں یہ لالچ اور نیت کی خرابی سخت فتنوں کا باعث بنی ہوئی ہے اور اَزدواجی زندگی میں بگاڑ کا سبب بن گئی ہے، اللہ تعالیٰ اِس سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ (جاری ہے)

مؤرخین، مصنفین اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی کے متوسلین کے لیے

ایک ضروری بات

اِفادات : مرشدی حضرت مولانا سیّد اَرشد صاحب مدنی مدظلہم
اُستاذ الحدیث دارُالعلوم دیوبند و صدر جمعیۃ علماءِ ہند

ترجمانی : جناب حافظ تنویر اَحمد صاحب شریفی عفی عنہ

✿ ✿ ✿

پسِ منظر :

روزنامہ اَلجمعیۃ دہلی کے سابق مدیر حضرت مولانا سیّد اصلح الحسینی کی وفات (۶ / جون ۲۰۱۴ء) کے بعد ایک صاحب نے مولانا کے بارے میں دریافت فرمایا کہ

مولانا، کیا شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین اَحمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے خلیفہ تھے ؟

میں نے اُس کی نفی کی۔

وہ فرمانے لگے کہ حضرت مخدومی مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم صاحب چشتی مدظلہم نے تصدیق فرمائی ہے کہ حضرت مدنیؒ کے خلیفہ ہیں۔

میں نے عرض کیا کہ اَصل میں یہ غلط فہمی روزنامہ اِسلام میں شائع ہونے والے ایک قسط وار مضمون سے پیدا ہوئی ہے جو ۵/ جنوری سے ۱۰/ جنوری ۲۰۱۲ء تک اِسلام میں شائع ہوا تھا، اُس میں مولانا کو حضرت مدنی اور شیخ الحدیث اُستاذی حضرت مولانا سیّد حامد میاں صاحب قدس سرہما کا خلیفہ بتلایا گیا ہے، اُنہیں میری بات سے تسلی نہ ہوئی اور بات آئی گئی ہوگئی۔

میں نے حضرت مولانا سیّد محمد اصلح الحسینی پر مضمون لکھا، وہ مضمون ماہنامہ بینات کراچی (رمضان، شوال ۱۴۳۵ھ/ اگست ۲۰۱۴ء) اور ماہنامہ اَنوارِ مدینہ لاہور (شوال ۱۴۳۵ھ/ اگست ۲۰۱۴ء) میں شائع ہوا جس میں میں نے اِس بات کو واضح کر دیا۔ ۲۷/ شعبان المعظم ۱۴۳۵ھ/ ۲۶/ جون ۲۰۱۴ء

کو میں حضرت چشتی صاحب مدظلہم کی خدمت میں حاضر ہوا اور چند سوالات کیے وہ اِس طرح ہیں :

سوال : مولانا سیّد اَصلح الحسینیؒ مولانا مدنیؒ کے خلیفہ تھے ؟ ایک صاحب آپ کی طرف نسبت کر کے کہتے ہیں کہ چشتی صاحب فرماتے ہیں کہ خلیفہ ہیں ؟

جواب : مولانا کہتے تھے کہ مجھے خواب میں حضرت مدنیؒ نے خلافت دی ہے۔ پھر شیخ الحدیث صاحبؒ (حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی) سے اُنہوں نے ذکر کیا تو اُنہوں نے فرمایا کہ اِس سلسلے کو چلاؤ۔ میں نے یہ نہیں کہا کہ وہ حضرت مدنیؒ کے خلیفہ ہیں۔

سوال : آپ نے بھی اِن (مولانا اَصلح الحسینیؒ) سے پڑھا ہے ؟

جواب : نہیں۔

سوال : جب آپ پڑھتے تھے تو مولانا پڑھاتے تھے ؟

جواب : ہاں فارسی کے اُستاذ تھے۔

سوال : آپ نے کہاں کہاں پڑھا ؟

جواب : میں نے صرف دیوبند میں پڑھا۔ مولانا حامد میاںؒ، مولانا محمد سالم بعض کتابوں میں میرے ہم سبق ہیں۔ تقسیمِ ہند کے بعد پاکستان سے پھر پڑھنے گیا تھا اور تعلیم مکمل کی، سن فراغت ۱۹۴۸ء ہے۔

سوال : آپ نے حضرت مدنیؒ کے بعد کسی سے بیعت کی ؟

جواب : نہیں۔ بس ایک مرتبہ جو ہاتھ پکڑا اَب تک مضبوط پکڑ رکھا ہے۔ بھائی صاحب (حضرت مولانا عبدالرشید صاحب نعمانیؒ) نے شیخ الحدیث صاحبؒ سے کہا تھا کہ اِسے بیعت کر لیں۔ شیخ نے فرمایا کہ ڈھڈیاں میں کروں گا۔ میں گیا ہی نہیں، شیخ نے بعد میں فرمایا : وہ تو آیا ہی نہیں۔ جو کچھ بعد میں مِلا خود مِلا ہے۔ حضرت (سیّد نفیس الحسینی) شاہ صاحبؒ سے بھی بیعت نہیں ہوا۔

حضرت چشتی صاحب دام ظلہم نے حضرت مولانا سیّد محمد اَصلح الحسینیؒ کے متعلق جو یہ فرمایا کہ : ''خواب میں حضرت مدنیؒ نے خلافت دی۔'' یہ میں نے براہِ راست حضرت مولاناؒ سے بھی سنا تھا۔

حضرت شیخ الاسلامؒ کے خلفاء کی فہرست ''الجمعیة'' کے ''شیخ الاسلام نمبر'' میں آپ کے خادمِ خاص اور خلیفہ مجاز حضرت مولانا قاری اَصغر علی صاحب رحمة اللہ علیہ کی تصدیق سے شائع ہوئی تھی، اُسی کے حوالے سے جہاں ضرورت ہوئی وہ فہرست لی جاتی ہے۔

حضرت چشتی صاحب مدظلہم نے حکم دیا کہ ''اَرشد میاں'' (حضرت مخدومی حضرت مولانا اَرشد مدنی مدظلہم) کو صورتِ حال بتاؤ، وہ جو بات اِس سلسلے میں فرمائیں، وہ حرفِ آخر ہوگی۔ جس وقت حضرت چشتی صاحب مدظلہم نے یہ حکم دیا تھا اُس وقت مرشدی ومخدومی حضرت مولانا سیّد اَرشد مدنی دامت برکاتہم ہندوستان سے باہر سفر پر تھے اِس لیے رابطہ نہ ہوسکا۔ ۱۹؍ رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ/ ۱۸؍ جولائی ۲۰۱۴ء کو حضرت مدظلہم سے رابطہ ہوا تو وہ وقت اِس بات کے لیے مناسب نہیں تھا۔ اِس کے بعد ۲۰؍ اگست کو حضرت مدظلہم سے رابطہ ہوا تو وہ وقت بھی مناسب نہیں تھا اِس لیے کہ آپ اُس وقت مسجدِ نبوی علیہ السلام میں تشریف فرما تھے۔

۴؍ ستمبر ۲۰۱۴ء کو برادرم نعمان محمد اَمین نے بتایا کہ مولانا حمزہ صاحب (نبیرہ اُستاذی حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدرؒ) بات کرنا چاہتے ہیں، میں نے اُنہیں آپ کا نمبر دے دیا ہے۔ مولانا کا فون آیا اور اُنہوں نے بھی یہ بات چھیڑی جس کا ذکر اُوپر ہوا ہے۔ اُنہوں نے اِس میں دو باتیں زائد بتلائیں کہ حضرت مولانا عبدالمجید صاحب مدظلہم (اَمیر عالمی مجلس ختمِ نبوت) نے بھی حضرت مدنیؒ کا خلیفہ لکھا ہے۔

دُوسرے کسی عالم کے حوالے سے یہ بات بتائی کہ فدائے ملت سیّدی ومرشدی حضرت مولانا اَسعد مدنی نور اللہ مرقدہٗ نے حضرت شیخ الاسلامؒ کے خلفاء کی ایک فہرست مرتب فرمائی تھی جس میں اُن خلفاء کا بھی ذکر ہے جو اِس فہرست میں شامل ہونے سے رہ گئے تھے اور وہ فہرست بعد میں شائع ہوگئی تھی اُس فہرست میں بطورِ خلیفہ حضرت شیخ الاسلامؒ، مولانا سیّد اَصلح الحسینیؒ کا نام بھی ہے۔

میں نے مولانا سے عرض کیا کہ یہ بات میرے لیے بالکل نئی ہے، اگر آپ کو وہ فہرست مِل جائے تو اُس کی فوٹو کاپی مجھے بھی عنایت فرمایئے گا۔

اَب مجھے پھر حضرت چشتی صاحب مدظلہم کی بات ذہن میں آئی اور میں نے ۹؍ ذوالقعدہ ۱۴۳۵ھ/ ۵؍ستمبر ۲۰۱۴ء جمعہ کو عصر کے بعد اپنے مرشد، جانشین حضرت شیخ الاسلامؒ اور جانشین حضرت فدائے ملتؒ، حضرت مولانا سیّد اَرشد صاحب مدنی مدظلہم العالی (صدر جمعیۃ علمائے ہند) کو فون کیا حضرت مدظلہم کے سامنے یہ سب باتیں رکھیں۔ حضرت دامت برکاتہم نے جو بات اِرشاد فرمائی وہ واقعتاً حرفِ آخر ہے۔ تمام متوسلینِ حضرت مدنیؒ اور خانوادۂ حضرت مدنیؒ کے لیے باعثِ تسکین بھی !

"حضرت رحمۃ اللہ علیہ (حضرت مدنیؒ) کا معمول تھا کہ جس کو خلافت دیتے تھے اُس کا نام اپنی بیاض میں تحریر فرماتے تھے، حضرتؒ کے وصال کے بعد اُسی بیاض سے فہرست نقل کی گئی جس پر قاری اَصغر علی صاحبؒ کی تصدیق بھی ہے یہ فہرست قاری صاحبؒ نے مرتب نہیں کی تھی بلکہ صرف نقل کی تھی، بھائی صاحب رحمۃ اللہ علیہ (مولانا سیّد اَسعد صاحبؒ) کو بھی اِختیار نہیں تھا کہ وہ مرتب فرماتے اور نہ ہی اُنہوں نے مرتب کی اور نہ ہی ایسی کوئی فہرست شائع ہوئی جو بیاض کے علاوہ ہو، اِس لیے اگر کوئی خود کہے یا کسی کے متعلق کوئی کہے کہ اُنہیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت ہے تو یہ بات بالکل نا قابلِ قبول ہے۔"

میرا خیال ہے کہ اَب بات صاف ہوگئی، کسی کو کوئی غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے، اگر ہے تو حضرت مرشد مدظلہم کے اِس اِرشاد کو پھر پڑھے، رہی بات اِسلام اَخبار والے مضمون کی ؟ تو صاحبِ مضمون نے اِس میں بعض ایسی باتیں بھی جمع کر دی تھیں جو حقیقت ہونے کے باوجود (سخت جملہ لکھنے لگا ہوں) جوتے کی نوک پر رکھنے کے قابل ہیں مثلاً ذہین شاہ تاجی جو ایک بدعتی پیر تھے، جنہوں نے اپنی ایک کتاب میں علمائے دیو بند کے خلاف بھی لکھا ہے، کی طرف سے مولانا رحمہ اللہ کو خلافت ملی۔

اگر ایسے طرق سے اَز خود خلافت آئے تو وہ فخر کے قابل نہیں ہے۔ وہ کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا مولانا سیّد محمد اَصلح الحسینیؒ بدعتی تھے ؟ اِس کا جواب اُن کے ذمے رہے گا اور شاید وہی اپنے کسی مفاد کے لیے خوامخواہ زور دے رہے ہیں کہ آپ حضرت مدنیؒ کے خلیفہ تھے۔

حضرت مرشدی فدائے ملت کا کوئی خط بھی وہ پیش کر رہے ہیں جس میں کسی کو لکھا گیا ہے کہ

''وہ ذکر قلبی حضرت مولا قاضی مظہر حسین صاحب یا حضرت مولانا سیّد محمد اَصلح الحسینی سے سیکھ لیں۔''

کیا اِس سے خلیفہ ہونا ثابت کیا جا سکتا ہے ؟

اُستاذی شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد حامد میاں صاحب قدس اللہ سرہٗ سے بھی حضرت مولانا سیّد محمد اَصلح الحسینی کو خلافت نہیں تھی۔ حضرت مولانا سیّد حامد میاں صاحب نے اپنی عمر کے آخری حصے میں اپنے خلفاء کی فہرست اپنے صاحبزادے حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب مد ظلہم (مہتمم جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور) سے لکھوا کر بھیجی تھی جس میں اُن کے خلفاء کے نام تھے اُن میں مولانا کا نام نہیں تھا، اِس لیے یہ دعوی بھی غلط ہے کہ وہ حضرت مولانا سیّد حامد میاں صاحب کے خلیفہ تھے۔ اِن ہی دو باتوں سے اَندازہ ہوسکتا ہے کہ اِسلام اَخبار میں شائع ہونے والے مضمون سے کتنی غلط فہمیاں ہوں گی ؟

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ

(۱۰؍ذوالقعدۃ ۱۴۳۵ھ/ ۶؍ستمبر ۲۰۱۴ء)

❁ ❁ ❁

وفیات

محترم ڈاکٹر خالد مسعود صاحب کی اہلیہ صاحبہ طویل علالت کے بعد ۵؍ستمبر کو لندن میں اِنتقال فرما گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اَعلیٰ مقام عطا فرمائے اور لواحقین کو صبرِ جمیل کی توفیق نصیب ہو۔

جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں مرحومہ کے لیے اِیصالِ ثواب اور دُعائے مغفرت کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامد

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلبِ سڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اَور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اَور اپنے عزیز واَقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اَندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اَور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 35330310 - 42 - 92+ فیکس نمبر 35330311 - 42 - 92+

فون نمبر : 37726702 - 42 - 92+ فیکس نمبر 37703662 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اَکاؤنٹ نمبر (0-7915-100-020-0954) MCB کریم پارک برانچ لاہور

مسجد حامد کا اَکاؤنٹ نمبر (1-1046-100-040-0954) MCB کریم پارک برانچ لاہور